۱۳۶واں باب

معرکہ بدر

ذیلی ابواب

۲۰۵	تجارتی قافلے کی تباہی کی افواہ پر مکہ سے لشکر کی روانگی	معرکہ بدر-۱
۲۱۵	لشکرِ کفار سے مقابلے کے لیے مدینے سے سپاہِ محمد ﷺ کی روانگی	معرکہ بدر-۲
۲۲۱	دونوں لشکر بدر پہنچ گئے، رات گزاری، جنگ تیار ہے	معرکہ بدر-۳
۲۲۹	جنگ کا آغاز	معرکہ بدر-۴
۲۳۵	جنگ اپنے عروج پر	معرکہ بدر-۵
۲۴۱	جنگ سرد پڑ گئی	معرکہ بدر-۶
۲۴۸	شکست خوردہ لشکر کا مکہ کی جانب فرار	معرکہ بدر-۷
۲۵۳	غازیوں کی اپنے شہر کو واپسی	معرکہ بدر-۸
۲۵۹	گرفتار شدگان میں اہم شخصیات اور اُن کی رہائی	معرکہ بدر-۹
۲۲۰	اہم موضوعات	فہرست معرکہ بدر

۱۳۶واں باب

معرکہ بدر

قریش کے لیے مدینے سے جنگ کا کیا جواز ہے؟

نخلہ کی مہم نے قریش کی نیندیں اُڑا دیں کہ وہ لوگ جو ۳۰۰ کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے ہماری سرحد پر ہمارے قافلے کو نشانہ بنا سکتے، ہمارے لوگوں کو قتل کر سکتے اور قیدی بنا کر سارے مال و اسباب کو ضبط کر کے لے جا سکتے ہوں، وہ آنے والے دنوں میں کیا کچھ نہ کر گزریں گے؟ ہم تو ایک آدمی کو قتل تک نہ کر سکے، چلو جو ہوا سو ہوا، اہلِ مدینہ تو شاید قصاص دینے پر بھی آمادہ ہو جائیں لیکن اگر ہمیں اپنی تجارت، اپنی تہذیب، اپنی جزیرۃ العرب پر برتری و تقدس اور دھاک کو برقرار رکھنا ہے تو اہلِ مدینہ کو مزا چکھانا ہوگا۔ ایک ایک گھر کو آگ لگانی اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا کر اُٹھا لانا ہوگا! اب حجاز میں یا اسلام رہے گا یا قریش کا مشرکانہ تمدن، یہ نوشتہ دیوار ہے، کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔

مدینے سے جنگ کی راہ میں رکاوٹیں

لیکن مدینے پہنچ کر ایک جنگ مسلط کر کے اور پھر جیت کر آ جانا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا، اِس کی راہ میں تین مسائل اُن کے سامنے تھے اوّل یہ کہ بنو کنانہ سے اُن کی دشمنی چلی آ رہی تھی قریش کو یہ خیال ستاتا تھا کہ اگر وہ اُنھیں مصروف جنگ دیکھیں اور چڑھ دوڑیں تو دو دشمنوں سے ایک ساتھ نبٹنا مشکل ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اہلِ مکہ ڈیڑھ ہزار سے زائد مردانِ جنگ نہیں فراہم کر سکتے تھے، یہ تعداد بہر طور ایک بڑی جنگ کے لیے کم تھی۔ تیسرے یہ کہ بہت بڑے مالی وسائل درکار تھے، کیا مالِ غنیمت سے وہ پورے ہو سکیں گے؟

بنو کنانہ کا کوئی حل اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا، باقی دوسے نبٹنے کے لیے اُن کا دماغ کچھ نہ کچھ کام کرتا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اس سارے کام کے لیے، اتنی بڑی جنگ کے لیے اپنے سارے اتحادی قبائل کو بھی ساتھ لینا ہوگا، مثلاً احابیش اور مصطلق قبائل وغیرہ۔ ایک بڑی جنگ کے لیے اسلحہ کا انتظام، ہزاروں مردانِ جنگ پر مشتمل فوج کے لیے سواریاں اور پھر کئی ہفتوں تک عمدہ کھانوں، شراب کباب، ناچنے گانے والی لونڈیاں، آلات موسیقی اور نہ جانے کیا کیا کچھ، بہادری دکھانے والوں کے لیے بڑے بڑے انعامات، نشانات اور تمغے، مرنے والوں کے

بال بچوں کے انتظامات، سارے ہی کاموں کے لیے بڑی دولت چاہیے۔اگرچہ امید تھی کہ مدینے کو لُوٹنے سے بڑی دولت ہاتھ لگے گی لیکن اُن کو وہ ساری تو یہود اور بن ابی کو دینی ہو گی کہ اُن کے تعاون اور اُن کی محمد [ﷺ] کے ساتھ معاہدوں سے بے وفائی ہی کے ذریعے قریش، مسلمانوں کو برباد کر سکیں گے، پھر کیا ہمیں اتنی مہنگی جنگ کے بعد کچھ ملے گا بھی یا نہیں؟ سوائے اپنے لوگوں کی لاشوں اور کثیر دولت کے ضیاع کے، بلکہ شاید اپنے پلّے سے سارے اتحادی قبائل اور یہود کو کچھ دینا ہی پڑ جائے! لیکن اس خیال سے اُنھیں بڑی تقویت ہوتی تھی کہ محمد [ﷺ] اُس کے ساتھیوں اور اُس کے دین سے تو جان چھوٹ جائے گی، بہت سستا سودا ہے باوجود بہت ہی مہنگا ہونے کے! یہی آخری رائے بنتی تھی مگر اِس آخری پر عمل درآمد کے لیے پہلا کام یہ تھا کہ اس مقصد کے لیے دولت اکھٹی کی جائے۔

جنگ کے مالی وسائل کی فراہمی کے لیے تجارتی قافلہ

اس تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ مکے کے تمام لوگ اپنی دولت اکٹھی کریں، عورتیں تک اپنا سارا سونا لے کر آئیں۔اِس دولت سے ایک بہت بڑا، اتنا بڑا کہ پہلے کبھی اتنا بڑا تجارتی قافلہ مکے کی تاریخ میں نہ گیا ہو شام کی جانب مال لے کر بھیجا جائے اور اسی طرح وہاں سے بھی کثیر مال اور اسلحہ لے کر آیا جائے۔اِس مال کی فروخت سے جو بھی آمدنی ہو وہ ساری مدینے کے ساتھ مجوزہ جنگ کے لیے مختص کی جائے۔

جتنا بڑا قافلہ سوچا تھا، اتنا تو نہ کر سکے مگر پھر بھی ایک بڑا قافلہ ترتیب دیا گیا اِس قافلے میں اہل مکہ کی دولت لگی تھی، یعنی ایک ہزار اونٹوں پر جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار (دو سو ساڑھے باسٹھ کلو سونے 262.5 Kg) کی مالیت [فی زمانہ کم و بیش ۱۴ ملین امریکی ڈالر] کا سازو سامان لدا تھا۔ ابو سفیان جیسے ماہر آدمی کی سربراہی میں چالیس آدمیوں کے ساتھ قافلہ روانہ ہوا۔ شاید جان کر غلط اطلاعات مشہور کر کے ابو سفیان اپنی چالاکی سے مدینے کی سرحدی شاہ راہ سے خاموشی اور مسلمانوں کا سامنا کیے بغیر سلامتی سے گزر گیا۔

قریش کی جنگی تیاریوں کو سبوتاژ کرنے کی مسلمانوں کی پہلی کوشش ناکام

مسلمان جب اِس جنگی مقاصد کے حامل تجارتی قافلے سے نبٹنے کے لیے اپنی معلومات کے مطابق ذوالعشیرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ تو کئی دن پہلے گزر چکا ہے۔یوں بہت سے سازو ساماں سے لدا ہوا ایک اور قافلہ تیں ماہ بعد بچ کر نکل گیا۔ لیکن ابو سفیان کے اس قافلے نے شام سے واپس تو آنا ہے اور پہلے سے زیدہ قیمتی سازو ساماں کے ساتھ آنا ہے، امید کی گئی کہ مسلمان واپسی میں ان شااللہ اس کی راہ روکنے میں ناکام نہ ہوں گے۔قریش کی

معاشی ناکہ بندی کر کے اُن کو گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کرا دینا، اِس وقت حکومتِ مدینہ کی اوّل ترین ترجیحات میں اوّلین تھی۔ طے ہو گیا کہ واپسی میں اس سے نمٹا جائے گا۔

غالباً نبی ﷺ نے اپنی اطلاعات یا اپنے اندازے سے [واللہُ اعلم] جان لیا کہ اب وقت ہو گیا ہے کہ ابوسفیان کا قافلہ شام سے پلٹ رہا ہو گا، تو آپؐ نے طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعید بن زیدؓ کو اس کا اتا پتا لگانے کے لیے روانہ کیا کہ جوں ہی یہ دونوں حضرات قافلے کی آمد کی خبر لائیں، تو آپؐ جنوب مغرب میں تیزی سے ساحل کے متوازی راستے پر آگے بڑھ کر مدینے کے خلاف جنگی مقاصد کے حامل تجارتی قافلے کو ضبط کر لیں۔ یہ دونوں اصحاب مغرب کی جانب سمندر کے ساحلی مقام حوراء پہنچ گئے جہینہ کے سردار نے آپؐ کے اس جاسوس دستے کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور انھیں قافلے کے گزر جانے تک اپنے گھر میں چھپائے رکھا یہ لوگ وہاں ابوسفیان کے قافلہ کے پہنچنے تک قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ جب قافلہ وہاں سے گزرا تو یہ برق رفتاری سے مدینہ پلٹے تاکہ رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ دیکھا تھا اور معلومات اکٹھی کی تھیں بہم پہنچا دیں، مگر حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا آپؐ کے ارادوں اور سرگرمیوں کی خبر ابوسفیان کو [یقیناً کسی یہودی یا منافق کے ذریعے] پہنچ گئیں۔ ابوسفیان نے غفاری قبیلے کے ایک شخص **ضمضم** کو مکہ روانہ کیا تاکہ وہ قافلے کو بچانے کے لیے فوج لے کر نکل پڑیں اور خود تیز رفتاری سے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگا۔

بدر، مدینے سے ۱۵۶ کلو میٹر یا ۹۷ میل دور روحا کے قریب پہاڑوں کے درمیان گھری ایک میل لمبی اور آدھے میل چوڑی وادی ہے، مدینے سے پیدل تین شب و روز کا فاصلہ ہے (روزانہ ۳۲ میل/۵۲ کلو میٹر)۔ کار یا بس سے تین گھنٹے سے کم وقت میں پہنچا جا سکتا ہے۔ [صفحہ ۲۱۴ پر اِس علاقے کا ایک نقشہ دیا گیا ہے] یہاں رہائش پذیر ایک چھوٹی سی آبادی آتے جاتے قافلے والوں کی خدمت کرتی تھی، یہ اُن کی معاش اور آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ قافلے بھی طویل تھکا دینے والے سفر کے دوران یہاں رکنا بڑا غنیمت جانتے، کچھ کھاتے پیتے اور آگے بڑھتے، یہاں پانی کے چشمے بھی تھے۔ .... **ضمضم** سے قافلے کے خطرے میں آ جانے کی اطلاع پر مکے سے لوہے میں غرق ایک جنگی لشکرِ جرار مدینے کی جانب چلا، کیوں اور کیسے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے ہم کچھ دیر بعد آپ کو بتائیں گے۔ قریش کے لشکر کو اندیشہ تھا کہ ابوسفیان کی قیادت میں آنے والا قافلہ بدر پہنچ کر رکے گا اور اہلِ مدینہ کے لیے یہی مناسب ترین جگہ ہو گی جہاں پہاڑوں کے درمیان گھرے میدان تک پہنچنے والے گنتی کے چند درّوں کی ناکہ بندی کر کے وہ لوگ اس کا سارا مال اسباب چھین لیں گے۔

اپنے موثر مخبری کے نظام سے نبی ﷺ کو لشکرِ قریش کی روانگی کی اطلاع مل گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مالک کی یہ مرضی بھی معلوم ہوگئی تھی کہ قافلے کے بجائے وہ چاہتا ہے کہ مسلمان لشکر سے ٹکرا جائیں۔ رسول اللہ کی چہیتی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار تھیں، ذاتی وجوہات کی بنا پر آپؐ کا نکلنا ایک مشکل امر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کی بقا کے لیے جدوجہد کو اوّلیت دی۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کے سامنے پوری سیاسی، دفاعی اور عسکری صورتِ حال رکھی اور تفصیلی مشورے کے بعد اپنی جاں نثار سپاہ کو لے کر لشکر سے ٹکرانے کے لیے اتنی جلدی کی کہ طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعید بن زیدؓ پر مشتمل اپنے دو رکنی جاسوس دستے کی واپسی تک کا انتظار نہ کیا اور نہ ہی نفیرِ عام دی۔ جاسوس دستے کے دونوں اراکین مسلمانوں کی فوج کے روانہ ہونے کے بعد مدینے پہنچے اور اِس سپاہ میں شامل نہ ہو سکے اور نہ ہی آپؐ کے داماد، عثمان بن عفان شریک ہو سکے جو مرض الموت میں بیوی کے سرہانے تیمارداری کے لیے چھوڑے گئے تھے۔ اِن تین کو چھوڑ کر تمام قابلِ جنگ ۷۷ مہاجرین اس سپاہ میں شریک تھے۔ انصار کے بھی ۲۲۸ یا مزید آٹھ اوپر جاں نثار بھی آپؐ کے ہم راہ تھے، تین انصاری نہ جا پائے تھے، جن کا تذکرہ بعد میں کریں گے۔....... حالات کا ایک جامع نقشہ بہ یک نظر سامنے لانے کے لیے مصنف نے مکے سے لشکر کی تیاری اور مدینے سے سپاہِ محمد ﷺ کی روانگی دونوں کی تفصیلات چھوڑ دی ہیں جن کو اگلے صفحات میں انشاءاللہ بیان کیا جائے گا۔

رسول اللہ مدینے سے نکل کر مکہ جانے والے راستے پر چلتے ہوئے بئر روحاء تک تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے بدر کا رخ کیا کہ یہی توقع کی جا سکتی تھی کہ قریش کا جنگی لشکر قافلے کو بچانے کے لیے بدر ہی کی جانب رواں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے وادی صفراء پہنچ کر قبیلہ جہینہ والوں کے، جن سے حلیفانہ معاہدہ تھا، جنھوں نے آپؐ کے جاسوس دستے کی بھرپور اعانت کی تھی دو آدمیوں، بسبس بن عمر اور عدی بن ابی الزغباء کو ابوسفیان کے قافلے کی پیش رفت معلوم کرنے کے لیے بدر روانہ فرمایا۔

ابوسفیان بہت ذہین اور ہشیار تھا اسی لیے اتنے قیمتی قافلے کا سالار بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جوں جوں مدینے کے قریب سے جانے والے علاقے قریب آرہے تھے وہ پھونک پھونک کر قدم بڑھا رہا تھا اُس کو بھی یہ اندیشہ ستا رہا تھا کہ پہاڑوں کے دامن میں قافلوں کی آرام گاہ، چار جانب سے گھرا بدر کا میدان ہی میری مقتل گاہ بنانے کا مسلمانوں نے سوچا ہوگا۔ [جو کرتا ہے سو اللہ کرتا ہے، اللہ نے میدانِ بدر کو ابوسفیان کی نہیں سارے قریش کی لیڈرشپ کی صفِ اوّل کی قتل گاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا] قافلے کو پیچھے چھوڑ کر سالارِ قافلہ تیزی سے بدر کے حال چال

معلوم کرنے کے لیے بڑھا، اُسے یقین تھا کہ مسلمانوں نے یہاں آنے سے قبل کاروائی کی منصوبہ بندی کے لیے اپنے جاسوسوں کے ذریعے میدان کا جائزہ ضرور لیا ہو گا۔ بدر پہنچ کر بدر کے رہائشی ایک آدمی مجدی بن عمرو سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آج کل میں کچھ لوگ مدینے سے تو یہاں نہیں آئے؟ اُس نے کہا: میں نے کوئی انہونی یا غیر معمولی بات تو محسوس نہیں کی نہ کسی کو دیکھا البتہ دو سوار دیکھے جنھوں نے ٹیلے کے پاس اپنے جانور بٹھائے۔ پھر اپنے مشکیزے میں پانی بھر کر چلے گئے۔ در حقیقت وہ بسبس بن عمر اور عدی بن ابی الزغباء کی بات کر رہا تھا جنھیں معلومات کے لیے آپؐ نے بھیجا تھا۔ وہ بھاگ کر ٹیلے کے پاس گیا، جاتے جاتے انھوں نے نہ اپنے نشانِ قدم صاف کیے تھے اور نہ ہی اپنے اونٹوں کی مینگنیاں ٹھکانے لگائیں تھیں۔ ابو سفیان نے وہاں پڑی اونٹ کی مینگنیاں اُٹھا کر توڑیں تو اس میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی! ابو سفیان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ یثرب کا چارہ ہے۔ وہ یقین کر گیا کہ مینگنیاں کرنے والے اونٹوں پر سوار محمد [ﷺ] کے آدمی رہے ہوں گے جو ہماری تاک میں بدر آئے ہوں گے۔

پھر ضرور ابو سفیان نے کہا ہو گا "بھاڑ میں جائے بدر میں آرام کرنا اور ستانا"۔ اُس نے بدر میں داخل ہونے کے بجائے قافلے کو مغرب کی طرف موڑ دیا تاکہ ساحل کی طرف سے ہو کر مکہ کے لیے ایک لمبا راستہ لے سکے اور اہلِ مدینہ کی دسترس سے دور سے دور تر ہونا شروع کر دیا۔ اور فوراً ضمضم بن عمرو غفاری سے ایک مناسب اجرت کا معاہدہ کر کے اُسے مکے بھیجا کہ وہاں جا کر قافلے کے لٹ جانے کا اعلان کرے اور نفیرِ عام کی صدا لگائے۔

ابھی ابو سفیان کا ہرکارہ ضمضم مکے نہیں پہنچ پایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ نے ایک ہیبت زدہ کر دینے والا خواب دیکھا جس سے انھیں یقین ہو گیا کہ قریش پر تباہی آنے والی ہے انہوں نے اپنے بھائی عباس کو اپنا خواب سنایا کہ:

> "میں نے ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا وہ وادی میں رکا اور اپنی پوری طاقت سے چیخ کر آواز دینے لگا نکلو، اے کفار اور ایسی تباہی کا سامنا کرو جو تمہیں تین دن میں نابود کر دے گی میں نے اس کے گرد لوگوں کا بڑا مجمع دیکھا پھر وہ مسجدِ حرام میں داخل ہو گیا لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے وہ ان کے درمیان سے اونٹ کو کعبے کی چھت پر لے گیا اور چیخ چیخ کر وہی الفاظ دہرائے پھر اس کا اونٹ اسے ابو قبیس کی پہاڑی پر لے گیا وہاں بھی اس نے لوگوں کو بالکل یہی صدا دی، پھر اس نے ایک چٹان کو پہاڑ سے علیحدہ کیا اور ڈھلوان پر لڑھکا دیا جب وہ چٹان پہاڑ کے نیچے پہنچی تو اس کے ٹکڑوں سے مکہ کا کوئی گھر محفوظ نہ رہا"

معرکہ بدر-۱

تجارتی قافلے کی تباہی کی افواہ پر مکہ سے لشکر کی روانگی

عباس نے اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اپنی بہن کے خواب کا ذکر کیا ولید نے یہ خواب اپنے والد کو بتایا اور یہ خواب سارے مکے میں زبان زد عام ہو گیا۔ دوسرے دن عباس کی موجودگی میں ابو جہل نے ہنسی اُڑانے کے انداز میں کہا کہ اے بنی عبدالمطلب اس نبیہ [خاتون نبی] نے کب سے پیشین گوئی شروع کر دی ہے کیا نبوت کا کھیل تمہارے مردوں کے لیے کافی نہیں تھا کہ اب تمہارے گھر کی عورتیں بھی یہ دھندا شروع کر دیں۔ عباس نے ابو جہل کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن دوسرے ہی دن ابو جہل حیران رہ گیا ابو قبیس کی چوٹیاں ابو سفیان کے بھیجے ہوئے آدمی، ضمضم کی آواز سے گونج اٹھیں لوگ مسجد حرام اور اپنے اپنے گھروں سے بھاگتے ہوئے نکلے، عاتکہ کے خواب نے تو پہلے ہی سے اُن کے ذہن کسی آواز کے منتظر کر دیے تھے۔ ابو سفیان نے بڑے ہی عمدہ اعلانچی/ڈھنڈورچی کا انتخاب کیا تھا۔ ضمضم وعدے کے مطابق انتہائی تیزی سے مکہ پہنچا تھا۔ عربوں کے رواج کے مطابق اپنے اونٹ کی ناک کو چیرا، جس سے اُس کا چہرہ خون سے بھر گیا، کجاوہ کو الٹا، اپنا کرتا پھاڑا اور اُسی ہیئت کذائی کے ساتھ اونٹ پر کھڑے ہو کر چیخنے لگا: اے قریش کے لوگو! قافلہ ... قافلہ ... تمھاری تجارت کے اونٹ ... تمھارا مال، جو ابو سفیان کے ساتھ آ رہا ہے محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی اُس پر قبضہ کرنے آ رہے ہیں مجھے یقین نہیں کہ تم اسے پا سکو گے۔ آؤ، آؤ؛ مدد... مدد.. یہ آواز سن کر لوگ نکل آئے، آہستہ آہستہ سب جمع ہو گئے۔

قریش کے لیے یہ خبر اگرچہ خلاف توقع نہ تھی پھر بھی وہ نقصان کے خوف سے گھبرا گئے اور جلد ہی اُن کی گھبراہٹ غیض و غضب میں بدل گئی۔ کیا محمد [ﷺ] اور اس کے ساتھی سمجھتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی نخلہ والے ابن حضرمی کے قافلے جیسا ہے؟ وہ قسمیں کھا کر کہنے لگے واللہ ہم اتنی آسانی سے محمد [ﷺ] کو ایسا نہیں کرنے دیں گے، ہم اُس کا مستقل علاج کر کے آئیں گے۔

اس قافلے کی تجارت میں کم و بیش مکے کے ہر مرد و عورت کا پیسہ لگا ہوا تھا، سارے ہی مردانِ جنگی اِسے

بچانے کے لیے نکل آئے، جس نے نہیں جانا چاہا اُسے دوسروں نے غیرت دلائی اور اصرار سے آمادہ کیا تاہم ابو لہب جیسے چور اور بزدل کو جنگ پر جانے کے لیے کوئی آمادہ نہ کر سکا، اُس نے اپنے چار ہزار دینار کے ایک قرض دار عاص بن ہاشم کو جس سے قرض واپس ملنے کی کوئی امید نہ تھی، اپنی جگہ قرض کے بدلے بھیج دیا۔ قریش کے سرداروں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو لشکر میں شامل نہ ہوا ہو۔ امیہ بن خلف اپنی بزدلی اور مٹاپے کی وجہ سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عتبہ ابن معیط اور ابو جہل اُسے تلاش کرتے ہوئے اُس کے پاس پہنچے وہ کعبہ کے اندر بیٹھا تھا ابو جہل نے اُسے سرمہ دانی اور عتبہ نے اُسے خوشبو پیش کی کہ تم تو عورت ہو لو بناؤ سنگھار کرو، بادلِ ناخواستہ وہ بھی تیار ہوا اور ایک انتہائی قیمتی اونٹ خرید کر اُس پر سوار ہوا اور چلنے کے لیے پا بہ رکاب ہو گیا۔ سوائے قبیلہ بنو عدی کے کوئی بھی پیچھے نہ رہا، بنو عدی کے کسی بھی آدمی نے اس جنگ میں شرکت نہ کی۔ بنو ہاشم نے بھی شرکت پر لیت و لعل کی مگر ابو جہل نے ایک نہ سنی اور اصرار کر کے آمادۂ شرکت کر لیا۔ جلدی میں، بلکہ وقت تھا ہی نہیں یہ احابیش سے یا قبائل مصطلق سے کرائے کے سپاہی نہ منگا سکے، جس کا انھیں مار کھانے کے بعد میں بہت ہی افسوس رہا۔

مدینے پر لشکر کشی کی راہ میں بنو کنانہ کی دشمنی ایک پریشانی بنی ہوئی تھی کہ کہیں وہ پشت سے حملہ نہ کر دیں۔ لشکر کو جمع کرنے کے دوران بنو کنانہ کا ایک سردار سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی آیا اور اُس نے یقین دلایا کہ اُس کی ذمہ داری ہے کہ بنو کنانہ اِس موقع پر جب کہ تم مدینے سے جنگ میں مصروف ہو تم پر کوئی حملہ نہیں کریں گے، یوں لشکر کشی کے لیے درکار تمام عوامل مل گئے۔

مکہ سے نکلنے سے پہلے ان مشرکوں نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعائیں کیں کہ الٰہی دونوں لشکروں میں سے تیرے نزدیک جو اعلیٰ ہو اور زیادہ بزرگ ہو اور زیادہ بہتری والا ہو تو اس کی مدد کر۔ اِن کی ایک دعا قرآن نے سورہ انفال کی ۳۲ویں آیہ مبارکہ میں نقل کی ہے کہ "الٰہی اگر یہ تیری جانب سے راست ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لا۔" [دیکھیے اگلا باب #۱۳۷]

قریش کے اس لشکر میں تیرہ سو مردان جنگی تھے جن کے پاس ایک سو گھوڑے، چھ سو زرہیں تھیں۔ بار برداری، سواری اور کھانے کے لیے اونٹ کثرت سے تھے۔ عمرو بن ہشام [ابو جہل] لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ قریش کے نو سردار اس کی رسد اور کھانا کھلانے کے ذمے دار تھے۔ ایک دن نو اور ایک دن دس اونٹ ذبح کیے جاتے تھے، اونٹوں کی اس تعداد کے ذبح ہونے کی اطلاع ہی سے رسول اللہ نے لشکر کی تعداد کا اندازہ کیا تھا۔

لشکر کی عیاشیوں کی تفصیل

[ذیل کا یہ سیکشن جناب خالد بیگ کی کتاب کے ترجمے سے لیا گیا ہے SlipperyStone Chp#2]

موسیقی جنگ کا بھی ایک ہتھیار تھا، جب ہجرت کے دوسرے سال مکۃ المکرمہ کی بت پرست فوج بدر کی طرف مارچ کر رہی تھی تو اس میں نہ صرف لڑاکا آدمی، ہتھیار، اونٹ اور گھوڑے تھے بلکہ لڑاکا افراد کو اشتعال دلانے کے لیے گانے والی لڑکیاں اور آلات موسیقی بھی تھے۔ راستے میں آرام کی ہر منزل پر گانے والی یہ لڑکیاں اپنے فن کا مظاہرہ کرتیں، مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتیں اور ان لوگوں سے ہم آغوش رہنے کا وعدہ کرتیں جو ان (مسلمانوں) کو تباہ کریں۔ ان کے سرخیل ابوجہل نے اس جنگ کے نتیجے سے اپنی لیڈری اور قوم کی خوش حالی کی بڑی امیدیں باندھی تھیں، وہ اس جنگ میں فتح کو بڑا آسان سمجھ رہا تھا، اس نے عیش کے نہ جانے کن کن منصوبوں کی قسم کھائی تھی:

اللہ کی قسم ہم واپس نہیں آئیں گے حتّٰی کہ ہم بدر پہنچیں گے اور وہاں ہم قتل کرنے، ٹھاٹھ کی دعوت کرنے، شراب پینے، گانا سننے اور گانے والی لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے میں تین دن گزاریں گے۔

مگر انجامِ کار میدانِ بدر میں یہ بے جوڑ جنگ، پکنک میں نہ بدل جاسکی جیسا کہ اس نے سوچا تھا۔ نہ صرف یہ کہ وہ رُسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا، اس کے ساتھ مکہ سے آنے والے تمام قابل ذکر سردار بھی مارے گئے۔ جب کہ مسلمانوں کے پاس نہ صرف یہ کہ جنگی اسلحہ بھی بہت کم تھا اور موسیقی کا خاص ہتھیار تو سرے سے ناپید تھا، جس کی محرومی سے مسلمانوں کو اخلاقی برتری حاصل رہی اور جس کی نایابی سے ان کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ اپنے دشمنوں کی طرح مسلمان جہادی دستوں نے اپنی صفوں میں آلاتِ موسیقی اور گانے والی لڑکیوں کے بینڈ شامل نہیں کیے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے بینڈ، جذبات کو بڑھاوا دے سکتے تھے؛ ابن خلدون بیان کرتا ہے کہ موسیقی کو کس طرح تاریخی طور پر جنگوں میں استعمال کیا گیا جہاں موسیقار اور مغنی ڈھول، بگل اور دیگر آلات موسیقی کے ساتھ لڑاکا دستوں میں جذبات ابھارنے کا کام کرتے تھے۔ اور ان کو جنگ کے دوران مرنے، مارنے کے لیے تیار کرتے تھے۔ موسیقی کی تمام کاوشوں کا مقصود روحوں میں شادمانی اور زندہ دلی کے جذبات کو

پیدا کرنا تھا[1]۔ اس کے نتیجے میں اسی طرح شجاعت و مردانگی آتی ہے جیسی مدہوشی و بے جگری سے آسکتی ہے۔ مسلمانوں نے موسیقی اور گانے والی لڑکیوں سے جذبات پانے والی افواج سے مقابلہ کیا۔ بدر کے بعد ہم احد میں دیکھتے ہیں۔ جہاں کفار کی صفوں میں گانے والی لڑکیوں کے بول تھے:

ان تقبلوا نغانق.........ونفرش النمارق..........او تدبروا نفارق..........فراق غیر وامق

اگر پیش قدمی کروگے تو ہم گلے لگائیں گی۔ اور قالینیں بچھائیں گی۔ اور اگر پیچھے ہٹوگے تو روٹھ جائیں گی اور الگ ہو جائیں گی۔[2] بت پرستوں کی بے شمار جنگوں کے دوران پہلے بھی اور بعد میں بھی یہی وعدہ دہرایا جاتا تھا اس قسم کے وعدے وعید، ایسے کم درجے کے حیوانی اوصاف رکھنے والے کرائے کے سپاہیوں میں اثر کر جاتے تھے جو اس دنیا کی شہوانی خواہشات کے متلاشی رہتے ہیں۔ اور ان کے سفلی جذبات کی آگ کو بھڑکا کر ان کے اندر کے حیوان کو باہر نکال دیتے تھے اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ جنگ کے میدانوں نے تاریخی طور پر کتنے ہی انسانی کردار اور طور طریقوں کو اپنے اندر سمو رکھا ہے۔

میدان بدر میں جنگ کی صبح مسلمانوں کو جتنے کچھ اسباب و وسائلِ جنگ حاصل تھے، دنیاوی نقطہ نظر سے قریش سے ٹکرانے کے لیے وہ ہر گز نا کافی ہی نہیں تہائی چوتھائی بھی نہیں تھے۔ جو چیز اُنھیں حاصل تھی وہ اللہ کی مدد کا یقین تھا۔ یہ کوئی ایسا راز نہیں تھا جس سے قریش اور دنیا کے دوسرے لوگ آگاہ نہیں تھے، گزشتہ ۱۴ برس قریش پر اللہ نے، اُس کی کتاب قرآن نے، اُس کے رسول نے اور اُس کے رسولؐ کے ساتھیوں نے دعوت و تبلیغ کر کے حجت تمام کر دی تھی۔ اب ایک طرف یہود اور اہلِ کتاب پر حجت تمام ہونے کا کام جاری تھا دوسری طرف قریش کو اللہ سے براہِ راست جنگ کا سامنا تھا، اُس عذاب کا سامنا تھا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت کتنی عیاں تھی اس کا اندازہ ذیل کے واقعے سے لگایے:

قریشِ مکہ کا لشکر جب مدینے کی جانب رواں تھا تو راہ میں آنے والی بستیوں میں ابو جہل تقریریں کرتا رہا تھا کہ وہ مدینہ کے مسلمانوں کو نیست و نابود کر کے لوٹے گا۔ متعدد مقامات پر اس کو قبائل کے سرداروں کی جانب سے مالی اور فوجی تعاون کی پیش کش ہوئی جس کو قبول کرنے سے اُس نے انکار کر دیا۔ اُس کے خیال میں اُن کو مزید کسی

---

۱ مقدمہ ابن خلدون، الباب الثالث، الفصل السادس و الثلاثون فی اشارات الملك و السلطان الخاصة به

۲ ابن ہشام، السیرہ النبویہ، غزوہ احد ابو سفیان و امرأته یحرضان قریشا ۲: ۴۴

مدد کی حاجت نہیں تھی۔ بنو غفار کے علاقے سے قریش کا گزر ہوا تو رئیس قبیلہ خفاف بن ایماء بن رحضہ الغفاری نے اپنے بیٹے کو ابو جہل کے پاس بھیجا، وہ اپنے ساتھ عمدہ گوشت کے جانور بھی لشکر کی ضیافت کے لیے لے کر گیا۔ اُس نے اپنے والد کی طرف سے قریش کو یہ پیغام دیا کہ اگر ضرورت ہو تو اسلحہ اور جنگجو جوان بھی مل سکتے ہیں۔ ابو جہل نے کہا کہ اپنے والد کو میرا سلام اور شکریے کا پیغام دے دینا، تم لوگوں نے خوب صلہ رحمی کی ہے اور دوستی کا حق ادا کیا ہے۔ میری عمر کی قسم اگر ہم انسانوں کی کسی فوج سے نبرد آزما ہوں تو اِس وقت کوئی فوج ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی اور اگر ہمارا مقابلہ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد [ﷺ] بزعمِ خویش سمجھتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اللہ سے مقابلے کی نہ کسی میں سکت ہے نہ مجال۔ [سردارِ لشکر ابو جہل بن ہشام کا جواب کتنا واضح اعلان ہے کہ قریش پر حجت تمام ہو چکی تھی، دلوں پر مہر نے حق کو قبول کرنے سے منع کر دیا تھا]

میدانِ بدر میں جان دینے والے تین آدمی، دو کافر، ایک مسلمان

قارئین جب معرکہ بدر کے واقعات کا مطالعہ فرما رہے ہیں تو بڑا مناسب ہے کہ بدر میں اپنی جان سے جانے والے اُن تین افراد کا قصہ بھی دوبارہ ذہن میں تازہ کر لیں جس کے تین مناظر ہیں۔ پہلا منظر چار برس قبل طائف میں پیش آیا تھا جب رسول اللہ زخمی تھے اور دوسرا راہِ بدر میں جب لشکرِ کفار اس گھمنڈ میں روانہ تھا کہ آج مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانی ہے۔ اور پھر تیسرا میدانِ بدر میں۔ ہم کاروانِ نبوت کے حصّہ دوم کے صفحات ۵۱۷ اور ۵۱۸ سے یہ واقعہ من و عن نقل کر رہے ہیں۔

واقعے کا سرا پکڑنے کے لیے یاد دہانی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہو گیا کہ فی الحال مکہ میں غلبہ دین کے کوئی آثار نہیں ہیں اور چچا ابو طالب اور آپؐ کی رفیقِ حیات خدیجہؓ کی اموات ہو گئیں تو آپؐ نے طائف جا کر دعوتِ دین دینے کا فیصلہ کیا۔ طائف میں کسی نے بات نہ سُنی، آپؐ اور آپؐ کے منہ بولے بیٹے زیدؓ اس طرح طائف سے نکلے ہیں کہ اوباش لونڈوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے رفیق کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا ہے اور آپؐ وہاں واقع مکی سرداروں کے باغ میں پناہ کے لیے داخل ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆

پہلا منظر

عتبہ اور شیبہ، دونوں نے جب اپنے قریشی بھائی کو اس زخمی اور بے چارگی میں دیکھا تو ان کے جذبہ قرابت نے جوش مارا، اگرچہ وہ مکہ میں نبی ﷺ کے کٹر دشمنوں میں سے تھے، تاہم ترس کھا کر انھوں نے اپنے

ایک عیسائی غلام، عداس کو بلایا اور اُس سے کہا کہ ایک برتن میں انگور لے کر اِن اشخاص کو دے آؤ۔ جب اس نے انگور آپ ﷺ کے سامنے رکھے تو آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
عداس نے کہا کہ یہ جملہ تو اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے۔
رسول اللہ ﷺ نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟
عداس نے کہا میں نینوا کا رہنے والا ہوں اور نصرانی ہوں۔
نبی ﷺ نے فرمایا: "اچھا! تم مردِ صالح یونسؑ بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو؟
عداس حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا، نینوا میں بھی سوائے بڑے علماء کے کوئی یونسؑ بن متی کو جاننے والا نہیں تھا، جن کی تعداد دس بھی نہ ہوگی۔
باکمالِ حیرت عداس نے کہا کہ آپؐ یونسؑ بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟
نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے، وہ نبی تھے میں بھی نبی ہوں۔
یہ سن کر عداسؓ رسول اللہ ﷺ پر جھک پڑا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔
عتبہ اور شیبہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، دونوں بھائیوں نے آپس میں کہا کہ لو! اب اس شخص نے ہمارے غلام کو بگاڑ دیا۔ نبی ﷺ کو انگور پیش کرنے اور اس گفتگو کے بعد جب عداس واپس گیا تو دونوں نے اس سے کہا کہ کیوں بھئی کیا معاملہ تھا؟ بدنصیب! تو اس شخص سے کس غضب کی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا.
عداسؓ نے کہا کہ اس وقت دنیا جہاں میں یہ شخص سب سے بہتر ہے، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے اس سرزمین میں دوسرا ہرگز جان ہی نہیں سکتا۔
شیبہ بولا کہ ارے تیرا دین اس کے دین سے بہت اچھا ہے اس کے دین میں نہ چلے جانا، مگر ایسا ہی ہوا، عداس رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی اور اسلام قبول کرلیا۔

دوسرا منظر

طائف کے باغ میں تھوڑی دیر پناہ دینے اور انگور کھلانے کے کوئی چار سال بعد جب شیبہ اور عتبہ دونوں بھائی ابوجہل کی پکار پر جنگ [غزوہ بدر] کے لیے مدینے کو نکلے تو مکہ سے باہر ثنیتہ البیضاء نامی ٹیلے پر عداسؓ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ سیدنا عداس رضی اللہ عنہ نے اُنھیں روک کر کہا کہ وہ شخص [جو مجھے وہاں ملا تھا اور جس سے تم لڑنے جا رہے ہو] واقعی اللہ کا رسولؐ ہے، آپ لوگوں کا آگے قدم اٹھانا خود کو مقتل میں لے جانا ہے۔

تیسرا منظر

عتبہ اور شیبہ کی سربریدہ لاشوں کی تقدیر میں منکرین کے سرغنے، ابوجہل، کے ساتھ میدانِ بدر کے اندھے کنویں

میں بے گور و کفن گرنا لکھا تھا اور سیدنا عداس رضی اللہ عنہ کے مقدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک صحابی بننا کہ جس پر رشک کرتے، ادب سے سلام بھیجتے اربوں مسلمانوں کے شاہ و گدا نسل در نسل گزر گئے ہیں!"

☆☆☆☆

حجفہ بدر سے قدرے جنوب میں واقع ہے۔ لشکرِ قریش قدید سے گزر کر ابھی جحفہ پہنچا ہی تھا کہ ابو سفیان کا پیغام ملا کہ تم لوگ اپنے آدمی، اپنے اونٹ اور اپنا مال بچانے کے لیے آئے ہو اور اللہ نے انھیں بچا لیا ہے پس اب واپس چلے آیے۔ ابو سفیان کی جانب سے واپسی کا نام سن کر ابو جہل جوش اور غصّے سے کھڑا ہو گیا اور چیخا: اللہ کی قسم! ہم واپس نہ ہوں گے جب تک کہ ہم بدر نہ پہنچ جائیں وہاں ہمارا قیام تین دن تک رہے گا ہم وہاں اونٹ ذبح کریں گے لوگوں کو کھانے کھلائیں گے، شرابیں پلائیں گے، مغنی ساز بجائیں گے، لونڈیاں ہمارے لیے گانے گائیں گی اور ہمارا دل پرچائیں گی، سارا عرب ہمارے سفر و لشکر کی شان کا حال سنے گا اور ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ موقع پا کر اخنس بن شریق نے ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں میرے اور تمھارے سوا کوئی نہیں، سچ بتاؤ تم محمد کو سچا جانتے ہو یا جھوٹا؟ ابو جہل نے بے ساختہ کہا، اللہ کی قسم، محمد ایک سچا آدمی ہے! عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، مگر جب لواء، سقایہ، حجابت اور نبوت سب ہی کچھ بنی قصی کے حصے میں آجائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے لیے کیا بچا؟

لشکرِ قریش میں اختلاف رائے

بنو زہرہ کے حلیف، اخنس بن شُرَیق نے ابو جہل کے واپس مکہ جانے سے انکار سے اختلاف کیا ، اُس نے کھڑے ہو کر کہا: اے بنو زہرہ! تمھارے مال بھی خیریت سے پہنچ گئے ہیں اور تمھارا بھائی مخرمہ بن نوفل بھی زندہ سلامت گھر آ گیا ہے میرا تو یہی مشورہ ہے کہ اب بلاوجہ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں، واپس چلے چلو، مگر ابو جہل کی چیخ پکار کی وجہ سے جب لوگوں نے اُس کی بات نہ مانی تو بنو زہرہ کے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اخنس بن شُرَیق مکے واپس ہو گیا۔ بدر میں ہونے والی شرم ناک اور رسوا کن شکست کو دیکھنے سے اللہ نے اُسے بچا لیا۔ اپنے کردار کی ساری خامیوں کے باوجود وہ دار الندوہ کی اُس ۱۴ رکنی مجلس میں شریک نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا گیا تھا اور نہ ہی آپؐ کے قتل کے لیے دروازے پر جمع ہوا۔ بنو ہاشم نے بھی چاہا کہ واپس چلے جائیں لیکن ابو جہل نے جانے نہ دیا۔ قریش نے کہا تھا کہ اے ہاشم کے بیٹو ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ آ تو گئے ہو مگر تمہارے دل محمد کے ساتھ ہیں۔ عباس نے باقی ماندہ فوج کے ساتھ بدر جانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے تین بھتیجوں ابو سفیان بن حارث، نوفل بن حارث، اور عقیل ابن ابو طالب کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ساتھ رکھا۔ مکے سے نکلنے

والے ۱۳۰۰ کے لشکر میں سے بنوزہرہ کے ۳۰۰ واپس ہو لیے تو اب یہ لشکر ایک ہزار کا رہ گیا۔

جحفہ میں بنو مطّلِب کے ایک شخص جہیم کا خواب لشکر کی ہمتیں توڑنے کا باعث بنا اور اُنھیں واپس چلنے پر آمادہ کرنے لگا۔ سارا لشکر اس خواب کو سن کر مایوسی کے عالم سے دوچار تھا، لشکر کو دو دن قبل عاتکہ کا خواب یاد تھا۔ جہیم نے یہ خواب کچھ سوتے اور کچھ جاگنے کی حالت میں دیکھا تھا اس کا کہنا تھا کہ اُس نے ایک آدمی کو گھوڑے کی پیٹھ پر سوار اپنے لشکر کی جانب آتے دیکھا جس کے پیچھے ایک اونٹ تھا وہ آدمی لشکر والوں کے سامنے رُکا اور بولا عتبہ شیبہ اور ابوالحکم [ابوجہل کا مشرکین کے درمیان لقب] اور امیہ تو قتل کر دیے گئے پھر جہیم نے دیگر قریش کے بڑے بڑے لوگوں کے نام بتائے جن کے نام سوار سے اُس نے خواب میں سُنے تھے۔اس کے بعد جہیم نے کہا کہ اُس نے دیکھا کہ اُس سوار نے اپنا خنجر اونٹ کے سینہ میں پیوست کر کے اسے چھوڑ دیا وہ اونٹ پورے لشکر کے خیموں میں خون برساتا دوڑتا پھرا یہاں تک کہ کوئی خیمہ بھی ایسا نہ رہا جو اُس کے خون سے خراب نہ ہوا ہو۔ جب جہیم نے اس خواب کا تذکرہ ابوجہل سے کیا تو اس نے بڑے حقارت آمیز لہجے میں کہا لو مطّلِب کی اولاد میں سے ایک اور نبی آگیا۔

ابوجہل کا یہ بالکل قطعی موقف تھا کہ اگر جنگ نہ بھی ہو تو بھی ہم بدر کی وادی تک ضرور جائیں، وہ معرکہ آرائی پر تُلا ہوا تھا—قریش کے کئی سرداروں نے مطالبہ کیا کہ جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، آگے بڑھے بغیر یہیں سے مکہ واپس جایا جائے۔ چنانچہ حکیم بن حزام نے ایک لابی بنانی شروع کر دی۔ وہ عُتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اُس سے کہا: "ابوالولید ! [عتبہ کی کنّیت] آپ قریش کے عظیم واجب الاطاعت سردار ہیں، پھر آپ کیوں نہ ایک اچھا کام کر جائیں جس کے باعث آنے والے ایّام میں آپ کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے ہوتا رہے۔ عتبہ نے پوچھا، حکیم ! وہ کون سا کام ہے ؟ اس نے کہا، آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور نخلہ میں مارے جانے والے اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا معاملہ اپنے ذمے لے لیں۔ عتبہ نے کہا، مجھے یہ بات قبول ہے۔ تم میری طرف سے اس کی ضمانت لو۔ وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت کا بھی ذمے دار ہوں اور اس کا جو مال ضائع ہوا اس کو بھی میں پورا کروں گا۔اس کے بعد عتبہ نے حکیم بن حزام سے کہا، تم حنظلیہ کے بیٹے [ابوجہل، عمرو بن ہشام کی ماں کا نام حنظلیہ تھا] کے پاس جاؤ کیوں کہ امن و سلامتی کی ہر بات کو بگاڑنے اور جنگ کو بھڑکانے کے سلسلے میں مجھے اس کے علاوہ کسی اور سے کوئی اندیشہ نہیں۔

اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے کھڑے ہو کر ایک زوردار پرجوش اور مدلل تقریر کی اور کہا، اے قریش کے

لوگو! ہم محمد ﷺ اوران کے ساتھیوں سے لڑکر کوئی کارنامہ انجام نہیں دیں گے۔اللہ کی قسم! اگر تم نے اُس کے ساتھیوں کو مار ڈالا تو زمین پر گرے صرف ایسے ہی چہرے دکھائی دیں گے جنھیں دیکھ کر کوئی خوشی نہ ہوگی، کیوں کہ آدمی نے اپنے چچیرے بھائی کو یا خالہ زاد بھائی کو یا اپنے ہی کنبے قبیلے کے کسی آدمی کو مارا ہوگا۔اس لیے عقلمندی یہی ہے کہ چلے چلو۔ میں ہمیشہ سے کہتا آیا ہوں کہ محمد [ﷺ] اور سارے عرب سے کنارہ کش ہو رہو۔ اگر عرب نے انھیں مار لیا تو یہ وہی مقصد پورا ہوگا جو تمھارا ہے، اور اگر دوسری صورت پیش آئی اور محمد (ﷺ) عرب پر غالب آگیا تو وہ تمھیں اس حالت میں پائے گا کہ تم نے جو جنگ اُس سے کرنا چاہی تھی نہ کی تھی۔ سردار کی بات لوگوں کے دل کو لگ رہی تھی۔

حکیم بن حزام جب ابو جہل کے پاس پہنچا تو وہ اُس وقت اپنی زِرہ درست کر رہا تھا۔ حکیم نے کہا کہ اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمھارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ لوگوں کو لے کر واپس ہو جانا چاہیے، نخلہ میں مارے جانے والے اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کی دیت کا بھی میں ذمے دار ہوں اور اس کا جو مال ضائع ہوا اس کو بھی میں پورا کروں گا۔ ابو جہل نے کہا: "اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر عتبہ کا سینہ سوج آیا ہے [سینہ سوج آنا محاورہ تھا، ڈرپوک کے لیے جب وہ دشمن سے خوف زدہ ہو جائے]، نہیں ہر گز نہیں۔ واللہ! ہم واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے محض اس لیے کہا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو اونٹ خور سمجھتا ہے اور بات اصل یہ ہے کہ خود عتبہ کا بیٹا حذیفہ بھی مسلمانوں کے درمیان ہے اس کو ہمارے ہاتھوں سے بچانے کے لیے وہ تمھیں محمد [ﷺ] کی فوج سے ڈراتا ہے۔ یوں ابو جہل نے عتبہ کو موت سے خائف ہونے اور دشمن کے لشکر میں موجود اپنے بیٹے کی سلامتی کی فکر مندی کا طعنہ دیا۔ عتبہ کو پتا چلا کہ ابو جہل نے اُسے سینہ سوج آنے کا طعنہ دیا ہے۔ تو وہ طیش میں آگیا۔ درحقیقت ابو جہل نے اُس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ عتبہ نے ابو جہل کو گالی دے کر کہا کہ بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سینہ سوج آیا ہے میرا یا اُس کا؟ بجائے اس کے کہ عتبہ عقل و ہوش سے کام لیتا اور دلیل سے بات کرتا طعنوں سے اُس کی انا مجروح ہو گئی اور اُس نے تہیہ کر لیا کہ جنگ میں بہادری دکھائے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح اُس نے اپنا اور اپنی قوم کا دنیا اور آخرت میں بیڑا غرق کیا۔

ابو جہل نے ڈر کے مارے کہ کہیں یہ جھگڑا زیادہ نہ بڑھ جائے اور لوگ عتبہ کی باتوں میں نہ آجائیں، عامر بن حضرمی کو بلوایا، جو مسلمانوں کے ہاتھوں نخلہ میں قتل ہونے والے عمرو بن حضرمی کا بھائی تھا۔ عامر آیا تو اُس سے

کہا کہ یہ تمھارا عتبہ چاہتا ہے کہ جنگ کیے بغیر لوگوں کو واپس لے جائے حالانکہ تم اپنے انتقام کو پورا ہوتے اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہو، لہٰذا اٹھو! اور اپنی مظلومیت اور اپنے بھائی کے قتل کی دہائی دو۔ اس پر عامر اُٹھا اور عرب روایات کے مطابق کپڑا اٹھا کر چیخنے لگا: واعمراہ، واعمراہ، ہائے عمرو، ہائے عمرو۔ اس پر قریشی جذبہ انتقام سے دیوانے ہو گئے۔ ان کے دل مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ حکیم بن حزام اور عتبہ کی دور اندیشی اور محنت رائیگاں گئی۔ جب جھگڑا ختم ہو گیا اور قریش نے خواستہ یا ناخواستہ یہ فیصلہ کر لیا کہ جنگ کیے بغیر واپس نہیں جانا ہے تو انھوں نے بدر کی طرف کوچ شروع کر دیا، مگر یہ لشکر اب قافلے کو بچانے کے لیے نہیں بلکہ **عبداللہ بن جحش کے ہاتھوں نخلہ میں ہونے والے حضرمی کے خون کے انتقام کے لیے تھا۔**

بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

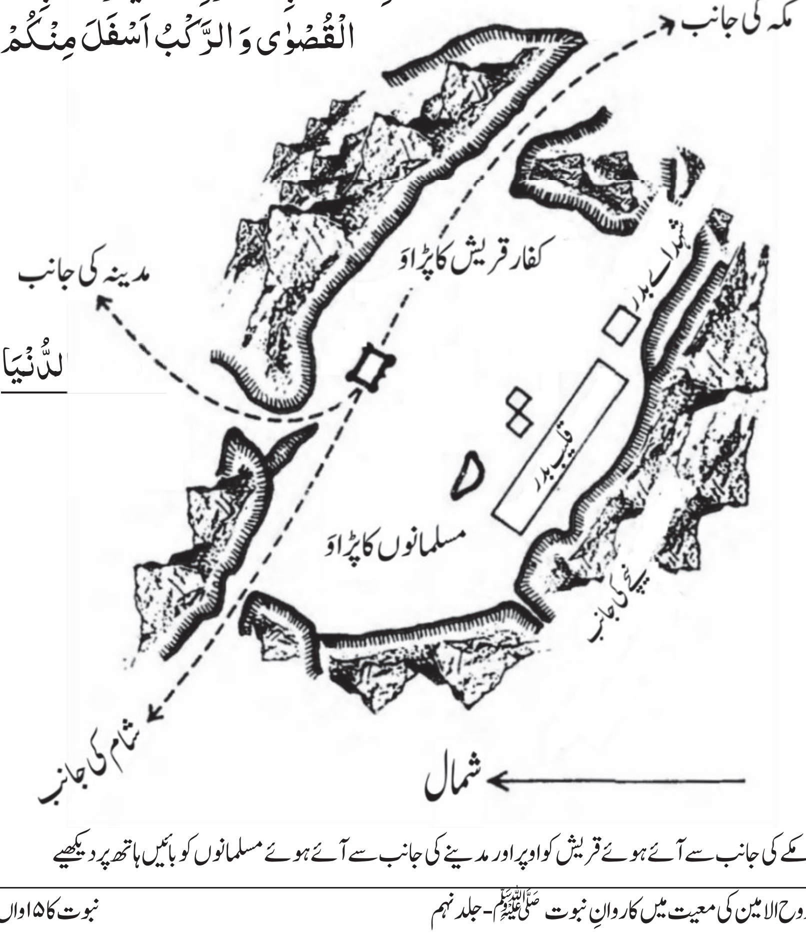

مکے کی جانب سے آئے ہوئے قریش کو اوپر اور مدینے کی جانب سے آئے ہوئے مسلمانوں کو بائیں ہاتھ پر دیکھیے

معرکہ بدر-۲

لشکرِ کفار سے مقابلے کے لیے مدینے سے سپاہِ محمد ﷺ کی روانگی

مسلمان مدینے سے روانہ ہوتے ہیں

غزوۂ عشیرہ میں مکے سے شام جاتا ہوا جنگی تیاریوں کے مالی وسائل کی فراہمی کے لیے وقف قریش کا تجارتی قافلہ نبی ﷺ کی گرفت سے بچ نکلا تھا۔ ظاہر ہے کہ واپسی پر تو اِسے لازمی پکڑنا تھا، خاص طور پر کم و بیش چھ مہینے پہلے کرز فہری نے جو لوٹ مار کی تھی اُس کی سرزنش کے لیے اور ویسے بھی سورۃ البقرہ اور سورہ قتال [محمد] کی ہدایات کی روشنی میں مکہ سے نکالنے والوں کے ساتھ قتال واجب تھا۔ یہ بھی سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ قافلے میں مال تو بے انتہا ہے مگر حفاظتی دستہ ابو سفیان کے ساتھ بس تیس چالیس کا ہے۔ ایسے قافلے کو تو پکڑنا بہت آسان ہو گا۔ بدر کی وادی میں پہاڑوں کے درمیان گھرے بدر کے میدان میں تین چار ممکنہ پہاڑی رستے بند کر کے قافلے کو قابو کر کے قریش کو قابو کیا جا سکتا ہے۔ طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعید بن زیدؓ یہ اطلاع لے کر نکل چکے تھے کہ قافلہ روحا سے کوچ کر چکا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کو نہیں معلوم تھا کہ قافلے کی مدد و حفاظت کے لیے ایک لشکرِ جرار بھی بدر کی جانب آ رہا ہے، اللہ کو تو معلوم تھا، جاسوس دستے کی آمد سے قبل ہی اُس نے اپنے نبی کو اطلاع دے دی اور اُسے یہ بھی بتا دیا کہ اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے ہاتھوں قریش کو شکست و رسوائی کا عذاب دے۔

مدینے سے نکلنے کا آپؐ نے اعلان فرمایا، نفیرِ عام نہیں تھی لیکن حالات کا تقاضا تھا کہ اللہ اور اُس کے رسول سے جو محبت میں آگے ہیں وہ نکل آئیں، وقت بھی بہت زیادہ نہیں تھا۔ رسول اللہ نے ساتھ چلنے والے اہلِ ایمان کی آزمائش کے لیے چاہا کہ جان جائیں کون کتنا جاں نثار ہے اور کون ایمان میں کمزور ہے، کون مال سے زیادہ محبت کرتا ہے اور کون اللہ کی راہ میں شہادت کے لیے بے تاب ہے۔ جہاد پر جاتے ہوئے یہ آزمائش بالکل ایسی ہی تھی جیسی طالوت نے جہاد پر جاتے ہوئے ایک آزمائش کے طور پر دریا سے جی بھر کے پانی پینے سے منع کیا تھا کہ جان لیا جائے کہ ساتھ چلنے والوں میں کتنے صبر والے اور مضبوط ایمان والے ہیں۔ یہ بات بڑی اہم ہے

کہ طالوت کے جہاد کا قصہ لیے یہ آیات ابھی کچھ دنوں پہلے ہی آئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہم راہیوں کے سامنے اُن کی آزمایش کے لیے بھی اور مشاورت کے ذریعے اُن کے دلوں میں مہم میں اپنی مشاورت کی شمولیت سے احساسِ طمانیت کو پیدا کرنے کے لیے بھی مدینے سے نکلنے کے موقع پر ہی یہ بات سامنے رکھ دی کہ ایک طرف قافلہ ہے اور دوسری طرف لشکر، بتاؤ کدھر جانا پسند ہے۔ ظاہر ہے کہ قافلے سے مال کی امید تھی اور لشکر سے جو عددی اور وسائل کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا لڑائی میں جان دینے کا معاملہ تھا ساتھ ہی لشکر سے صرفِ نظر کرکے اگر سارے قافلے کا مال ضبط کرکے مدینے لے بھی آتے تو بھی لشکر سے تو ضرور مدینے کے اندر سابقہ پیش آتا اور وہ زیادہ غیض و غضب کے ساتھ مدینے کی بستی کو برباد کرتے اور مسلمانوں کو مدینے سے نکالنے کے لیے تو منافقین اور یہود پہلے ہی سے آستین کا سانپ بنے بیٹھے تھے۔ عقل کا، جرأت کا اور ایمان کا مطالبہ یہی تھا لشکر کی جانب چلا جائے۔

مہاجرین میں سے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کی ہر حال میں اور ہر جگہ جہاں اللہ اُنھیں لے جائے وہاں ساتھ رہنے اور ساتھ دینے کے بڑے بڑے ہمت افزا جواب دیے، جو تاریخ کی کتب میں محفوظ نہیں ہیں۔ اِن کے بعد بنی زہرہ کے حلیف مقداد رضی اللہ عنہ نے جو حال ہی میں مدینہ آئے تھے دونوں کی تقریروں پر اضافہ کرتے ہوئے بڑی دل پذیر، پرجوش اور ایمان افروز بات کہی: اے اللہ کے رسولؐ ! اللہ نے آپؐ کو جو راہ بتائی ہے اس پر آگے بڑھیے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ واللہ! ہم آپؐ سے ایسی بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ: فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ آپؐ اور آپؐ کا رب چلے اور لڑیں ہم بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپؐ ہم کو برکِ غماد تک لے چلیں تو ہم راستے والوں سے لڑتے بھڑتے آپؐ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے ان کو شاباش کہی، اُن کی بات کی تعریف فرمائی اور دعا دی۔

اِن تینوں بزرگوں/لیڈروں کا تعلق مہاجرین سے تھا آپؐ نے پھر فرمایا: لوگو! مجھے مشورہ دو۔ انصار کے سردار اور عَلم بردار سعد بن معاذؓ نے جانا کہ شاید وہ انصار سے چاہتے ہیں کہ وہ ساتھ چلنے کا برملا اعلان کریں، انھوں نے کہا کے اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ کا رُوئے سخن ہماری جانب ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! سعد بن معاذؓ نے عرض کی کہ شایدؐ آپؐ کو اندیشہ ہے کہ انصار اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ وہ آپؐ کی مدد صرف اپنے شہر میں

کرنے کے پابند ہیں! میں انصار کی جانب سے جواب دے رہا ہوں کہ آپؐ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، جس سے چاہیں تعلق استوار کریں اور جس سے چاہیں تعلق کاٹ لیں۔ ہمارے مال میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں اور جو آپؐ لے لیں گے وہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہو گا جسے آپؐ چھوڑ دیں گے اور اس معاملے میں آپؐ کا جو بھی فیصلہ ہو گا ہمارا فیصلہ بھی وہی ہو گا۔ واللہ! اگر آپؐ پیش قدمی کرتے ہوئے ساحلِ برکِ غماد تک جائیں تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ چلیں گے اور اگر آپؐ ہمیں لے کر سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اُس میں بھی کود جائیں گے، ہم مردانِ جنگ ہیں اور لڑنے میں تیز ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ آپؐ کو ہمارے ہاتھوں وہ کچھ دکھلائے جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، پس اے اللہ کے رسول، آپؐ ہمیں اپنے ساتھ لے کر چلیں، اللہ برکت دے۔ [یہ لفظی ترجمہ نہیں ہے، تاہم قریب ترین مفہوم بیان کرتا ہے]

سعد بن معاذؓ کی یہ مخلصانہ گفتگو سن کر اللہ کے رسولؐ کے چہرہ مبارک پر خوشی ظاہر ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا: "چلو اور خوشی خوشی چلو۔ اللہ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ! اس وقت گویا میں قوم [قریش] کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔

بعد کے سالوں میں عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کی زبان سے ایسے جملے سنے تو ان کا چہرہ ایک ملکوتی نور سے دمک اٹھا آپؐ نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ مہاجرین کی جانب سے تو یہ جذبہ کوئی غیر متوقع نہ تھا، وہ تو آپؐ کے حکم پر اپنا گھر بار چھوڑ کر آ گئے تھے، لیکن انصار سے یہ سن کر آپؐ کی آنکھیں اُس سے بھی زیادہ ٹھنڈی ہو گئیں جتنی کہ سعد بن معاذؓ نے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی امید دلائی تھی۔

چوں کہ آپؐ نے ساتھ چلنا لازمی قرار نہیں دیا تھا اس لیے کچھ لوگ مدینے ہی میں رہ گئے، جن سے کبھی کوئی باز پرس نہیں کی گئی اور نہ اُنھیں ملامت کی گئی۔

اِس مشاورت کا حال اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی ابتدائی آیہ مبارکہ میں بیان فرمایا ہے، جس تنزیل کی تفصیل آپ ان شاء اللہ اگلے باب میں پڑھیں گے۔ صاحب تفہیم القرآن نے "كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ" کی وضاحت میں حاشیہ ۴ میں جو لکھا ہے وہ درجِ ذیل ہے۔

قرآن کا یہ ارشاد ضمناً اُن روایات کی بھی تردید کر رہا ہے جو جنگ بدر کے سلسلے میں عموماً کتب سیرت و مغازی میں نقل کی جاتی ہیں، یعنی یہ کہ ابتداءً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین قافلے کو لُوٹنے کے لیے مدینہ

سے روانہ ہوئے تھے۔ پھر چند منزل آگے جا کر جب معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر قافلہ کی حفاظت کے لیے آرہا ہے تب یہ مشورہ کیا گیا کہ قافلے پر حملہ کیا جائے یا لشکر کا مقابلہ؟ اس بیان کے برعکس قرآن یہ بتا رہا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے تھے اسی وقت یہ امرِ حق آپؐ کے پیش نظر تھا کہ قریش کے لشکر سے فیصلہ کن مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ مشاورت بھی اسی وقت ہوئی تھی کہ قافلے اور لشکر میں کس کو حملہ کے لیے منتخب کیا جائے۔ اور باوجودیکہ مومنین پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ لشکر ہی سے نمٹنا ضروری ہے، پھر بھی ان میں سے ایک گروہ اس سے بچنے کے لیے حجت کرتا رہا۔ اور بالآخر جب آخری رائے یہ قرار پا گئی کہ لشکر ہی کی طرف چلنا چاہیے تو یہ گروہ مدینہ سے یہ خیال کرتا ہوا چلا کہ ہم سیدھے موت کے منہ میں ہانکے جا رہے ہیں۔ [تفھیم القرآن، جلد دوم، سُوْرَۃُ الْاَنْفَال حاشیہ نمبر: ۴]

فوج روانہ ہی ہوئی تھی اور ابھی آپؐ نخلستان مدینہ کی حدود میں ہی تھے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے رشتہ دار قبیلہ زہرہ کے سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کی ان کے پندرہ سالہ چھوٹے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ پریشان اور چھپتے پھر رہے ہیں انھوں نے اُن سے پریشانی کا سبب دریافت کیا عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہؐ میری کم عمری کی وجہ سے مجھے مدینے واپس بھیج دیں گے اور میری آرزو تو یہ ہے کہ میں آگے جا کر شہادت حاصل کروں۔ وہی ہو گیا جس کا ڈر تھا جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فوج کی صف بندی کی توان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو بہت کم عمر ہیں اس لیے واپس گھر واپس جائیں [مدینے سے تو ابھی نکلے بھی نہیں تھے] لیکن عمیر رضی اللہ عنہ رونے لگے آپؐ نے فرمایا اچھا انھیں بھی فوج میں رک جانے دو اور مہم میں حصہ لینے دو سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی تلوار کی پیٹی مجھے اپنے ہاتھوں سے باندھنی پڑتی تھی۔

مجاہدین کی عسکری انتظامات کے بارے میں اہم نکات

- غزوۂ بدر میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ فرماتے ہوئے کہ ہم عبدالدار سے وفا کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اسلامی فوج کا علم، حجابہ ولواء کے ذمہ دار قبیلے بنو عبدالدار کے فرد، عبدالدار کے سکڑ پوتے مصعبؓ بن عمیر کو تھما دیا۔ یہ سفید اور بڑا علم تھا۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا کہ اِس جیسا اعزاز زمین پر پیدا ہونے والے سوائے طالوت کے کسی دوسرے آرمی چیف آف سٹاف کو نہیں ملا۔
- رسول اللہ کے لشکر میں یقینی طور پر ۳۰۵ یا زیادہ سے زیادہ ۳۱۴ مجاہدین تھے۔ اگر یہ پورے ۳۱۴ تھے توان کی قبائل سے نسبت یوں تھی: قبیلہ اوس کے ۶۰، قبیلہ خزرج کے ۱۷۰ اور مہاجرین ۸۴۔

- لشکر میں صرف زُبیر بن العوامؓ اور مقدادؓ بن اسود کندی کے پاس ایک ایک گھوڑا تھا۔
- اونٹ پر دو یا تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ کل ۷۰ اونٹ تھے، صرف اور صرف۔
- ایک اونٹ رسول اللہ ﷺ، علیؓ اور مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے پاس تھا۔
- انتظامِ مدینہ ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ کے سپرد کیا گیا، ابتدا ًیہ ذمہ داری ابنِ اُمِّ مکتومؓ کو سونپی گئی تھی۔
- جنرل کمان کا پرچم جس کا رنگ سفید تھا ابتدا میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ مشرکین کے تینوں جھنڈے حجابہ و لواء کے ذمہ دار قبیلے بنو عبدالدار کے افراد ابوعزیز بن عمیر، طلحہ بن ابو طلحہ اور نضر بن حارث نے اٹھائے ہوئے ہیں تو فرمایا: ہم عبدالدار سے وفا کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ جیش اسلامی کا علم، عبدالدار کے سکڑ پوتے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تھما دیا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یثرب کو مدینۃ النبیؐ بنانے والے دو افراد رضی اللہ عنہ میں سے ایک تھے۔ لیکن اس سعادت و سبقت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کا تعلق قبیلہ عبدالدّار سے تھا جو آبائی طور پر جنگ میں قریش کا جھنڈا لے کر چلتے تھے۔
- لڑنے کے لیے دو رسالے ترتیب دیے گئے ایک جیش مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا۔
- مقدمۃ الجیش کے پیچھے رسول اللہ ﷺ تھے آپؐ کے آگے دو سیاہ پرچم تھے ایک مہاجرین کا جو علیؓ ابن ابی طالب اُٹھائے ہوئے تھے اور دوسرا انصار کا جو قبیلہ اوس کے سعدؓ بن معاذ کے ہاتھ میں تھا۔
- میمنہ کے افسر زُبیر بن عوامؓ مقرر کیے گئے اور مَیْسَرہ کے افسر مقداد بن اسودؓ
- ساقہ کی کمان قیسؓ بن ابی صَعْصَعہ کے حوالے کی گئی اور
- تمام مجاہدین کی فوج کے سپہ سالارِ اعلیٰ جنابِ نبی ملاحم، رسول اللہ ﷺ خود تھے۔

رسول اللہ ﷺ اس مبارک لشکر کو جیسا کچھ بھی اپنے ساز و سامان اور سواریوں کے لحاظ سے تھا لے کر روانہ ہوئے، اس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آ چکا ہے وادی صفراء میں پہنچ کر اپنے حلیف قبیلہ جہینہ کے دو آدمیوں، بسبس اور عدی کو جنھیں اس علاقہ سے بخوبی واقفیت تھی کاروان کی نقل حرکت کا جائزہ لینے آگے بھیج دیا، اِن کا تذکرہ بھی ہم پہلے کر چکے ہیں۔ وہ دونوں بدر پہنچ کر پانی کے ایک کنویں پر اترے۔ جب یہ لوگ پانی لینے کے لیے کنویں کی جانب گئے تو انھوں نے دو لڑکیوں کی قرض چکانے کے بارے میں بات چیت سنی ایک لڑکی

دوسرے سے کہہ رہی تھی کہ کارواں کل یا پرسوں آجائے گا میں ان کے پاس کام کر کے حاصل ہونے والی رقم سے تمھارا قرض اُتار دوں گی جب انہوں نے یہ گفتگو سنی تو یہ خبر لے کر فوراً رسولؐ اللہ کی خدمت میں چلے گئے۔ قافلے اور لشکر دونوں کے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کا پورا ایک اطلاعاتی [یا کہہ سکتے ہیں کہ جاسوسی کا] نظام رسول اللہ ﷺ نے بنایا تھا جو بخوبی کام کر رہا تھا، اب اُس کوتاہی کا امکان نہیں تھا، جو ذی عشیرہ میں قافلے کی اطلاع میں ہو گئی تھی۔ آپؐ بڑھتے رہے اور بدر کے قریب پہنچ گئے، آپؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وادی کو گھیرے ہوئے مکہ کی جانب والے پہاڑ کی دوسری جانب قریش نے ڈیرا ڈالا ہے۔

اہم موضوعات

۲۰۰	مدینے سے نخلہ کی کاروائی کا بدلہ کیسے لیا جائے؟
۲۰۷	لشکر کفار کی عیاشیوں کی تفصیل
۲۰۹	میدانِ بدر میں جان دینے والے تین آدمی، دو کافر، ایک مسلمان
۲۱۱	لشکرِ قریش میں اختلاف رائے
۲۱۵	مسلمان مدینے سے روانہ ہوتے ہیں
۲۱۸	مجاہدین کی عسکری تنظیم
۲۲۴	میدانِ جنگ کی نگراں چوکی
۲۲۵	فوج کی ترتیب اور شب گزاری
۲۲۵	میدانِ جنگ میں صبح ہوتی ہے
۲۲۹	معرکے کا آغاز
۲۳۲	جنگ اپنے عروج پر
۲۳۵	قریش کا مکے سے نکلتے ہوئے بربادی کا اندیشہ جنگ شروع ہوتے ہی یقین میں بدل گیا
۲۳۸	ابو جہل کا قتل
۲۳۹	اپنے خونی رشتہ داروں سے جنگ
۲۳۹	مسلمان جو جنگ میں اپنی مراد پا گئے
۲۴۰	میدانِ جنگ میں سردار جو قتل کیے گئے
۲۴۱	قریش شکست کھا جاتے ہیں
۲۴۱	قیدی بنائیں یا قتل کریں؟
۲۴۲	امیہ بن خلف کی گرفتاری اور قتل
۲۴۴	دن ڈھل گیا
۲۴۵	ابو جہل کی لاش کی تلاش
۲۴۶	شہدا کی تدفین اور کفار کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا
۲۴۷	قلیب بدر/ سماعِ موتی
۲۵۰	ابو جہل کے بعد قریش کا نیا سردار
۲۵۱	قریش کی پارلیمنٹ میں جنگ کا جائزہ اور فیصلے
۲۵۳	مدینے میں فتح کی خوش خبری
۲۵۵	مسلمانوں کی مدینے کو واپسی

معرکہ بدر-۳

دونوں لشکر بدر پہنچ گئے، رات گزاری، جنگ تیار ہے

بدر کے قریب پہنچ کر لشکرِ قریش نے جنوبی درّے کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو بھی کسی طور اندازہ تھا کہ مدینے کا لشکر بھی دوسری جانب پہاڑی تک پہنچ گیا ہے۔ قریش نے چاہا کہ محمد [ﷺ] کی قوت کا اندازہ لگایا جائے، اس مقصد کے لیے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا۔ عمیر ایک دور اندیش اور سمجھ دار قریشی تھا۔ اُس نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا چکر لگایا، عربوں کے اپنے جنگی اصول تھے، جنگ کے باقاعدہ آغاز سے قبل اس طرح ایک آدھ چکر لگاتے سوار کو وہ گرفتار کرتے یا مارتے نہ تھے، اگر کسی وجہ سے ناگوار ہوتا اور جنگ شروع کرنے کا ارادہ پکا ہو چکا ہوتا تو پھر ضرور پکڑ لیتے۔

عمیر جمحی نے اپنے لشکر میں واپس آکر کہا کہ تھوڑے سے، زیادہ ہرگز نہیں، کچھ کم یا کچھ زیادہ تین سو ہیں، لیکن بھائیو ذرا اور دیکھ کر آنے دو، میں ایک چکر اور لگا کر آتا ہوں تاکہ اچھی طرح دیکھ لوں کہ کہیں ان کی پوشیدہ کوئی فوج اور مددگار فوجی دستے تو نہیں ہیں؟ یہ کہہ کر اُس نے ایڑھ لگائی اور پوری وادی میں گھوڑا دوڑاتا ہوا نکل گیا۔ اُسے کوئی اور کمک نظر نہ آئی وہ حیران تھا کہ اتنی سی فوج کیا کرے گی! تاہم اس نے اس مختصر سی فوج کے چہروں پر وہ اعتماد و یقین اور ولولہ دیکھا کہ اُسے اپنی شکست کا گمان ہونے لگا واپس جا کر بولا: میں نے تو مزید کوئی فوجی دستہ نہیں دیکھا لیکن اے قریشیو! میں نے ایسی بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے اِن کے دوش میں کھڑی ہیں۔ سنو، یثرب کے اونٹ اپنے اوپر خالص موت کو سوار کیے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے پاس بچاؤ کا کوئی سامان نہیں اور اُن کی تلواروں کے سوا اُن کی کوئی پناہ گاہ نہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں یہ گونگے بہرے بنے ہوئے خاموش ہیں، کوئی بات نہیں کر رہے ہیں اور زہریلے سانپوں کی طرح پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ ان کا کوئی آدمی بھی تمھارے کسی آدمی کو قتل کیے بغیر نہ قتل ہوگا، اور اگر اپنی گنتی کے مطابق تمھارے خاص خاص افراد کو انھوں نے قتل کر دیا تو اس کے بعد جینے کا مزا کچھ نہیں رہے گا! اس لیے ذرا اچھی طرح سوچ سمجھ لو! عمیر جمحی بڑا ہی دانش مند تھا اور اُس

کی پیشین گوئیاں اکثر صحیح ہوتی تھیں اس فراست کی وجہ سے لوگ کے درمیان ایک غیب دان کی حیثیت سے مشہور تھا، اُس کی گفتگو نے فوج کے دل ڈبو دیے!

بہر طور سب جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ قبیلہ بنو عامر کے سردار سہیل بن عمرو کا سردارانِ قریش میں ایک بڑا نام تھا، اُس کا بیٹا مسلمان تھا اور کسی طرح مدینے جانے کے چکر میں رہتا تھا۔ سہیل اس اندیشہ سے کہ کہیں اس کا بیٹا عبداللہ، مکہ سے اس کی عدم موجودگی کا فایدہ اٹھا کر فرار نہ ہو جائے اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ میدانِ بدر میں لایا تھا عبداللہ کا ایمان بڑا مضبوط تھا وہ پڑاو کے خیموں کے درمیان سے چھپتے چھپاتے ایک ٹیلے کے پیچھے نکل آیا، یہاں سے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، ایک ہی جست میں دوڑ کر سیدھا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ دل کی مراد بر آئی، اللہ کے رسولؐ کا چہرہ بھی خوشی سے معمور ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن سہیل نے عالمِ سرخوشی میں اپنے دونوں بہنوئیوں ابو صبرہ اور ابو حذیفہ کو دیکھا جو پہلے ہی دامنِ رسول میں پناہ لے چکے تھے، اب وہ بھی اسلام کی فوج کا ایک سپاہی تھا اور اپنے کافر باپ کی فوج کے ساتھ کل قتال و جنگ کے لیے تیار تھا۔ ایسا ہی ایک اور معاملہ بھی تھا، قبیلہ جمح کے سردار امیہ نے اپنے بیٹے علی پر دباو ڈال کر اُسے اسلام سے پھر جانے پر مجبور کر دیا تھا اور اپنے ساتھ بدر لے آیا تھا لیکن علی کا ایمان اتنا مضبوط نہ تھا جیسا عبداللہ کا تھا! علی بن امیہ وہ کچھ نہ کر سکا جو عبداللہ نے کر دکھایا اور تاریخ میں امر ہو گیا۔

جنگ کے آثار بننے سے قبل مدینے سے دو مسلمان، حذیفہ بن الیمانؓ اور اُن کے والد الیمان بن جابرؓ کسی کام سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ واپسی کم و بیش مکے سے لشکر کی روانگی سے کچھ آگے پیچھے ہوئی، لشکر والوں نے پکڑ لیا، انھوں نے کہا کہ ہم تو اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ قریش نے اُن سے وعدہ لیا کہ اگر محمد [ﷺ] کے ساتھ ہماری جنگ ہوتی ہے تو تم اُس کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف نہیں لڑو گے۔ انھوں نے یہ وعدہ کر لیا اور راستے میں مسلمانوں کی فوج کو پا لیا، اُن کی بڑی خواہش تھی کہ جہاد میں حصہ لینے کی سعادت سے محروم نہ رہیں اور مسلمانوں کو بھی قلّت تعداد کا سامنا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایفائے عہد کو زیادہ اہمیت دی اور شریکِ جہاد نہ کیا۔

یہاں پہنچنے پر رسول اللہ ﷺ نے ابو بکرؓ کو ساتھ لیا اور کل بننے والے میدانِ جنگ کا جائزہ لینے وادی کی طرف آئے اور دور سے لشکر قریش کے پڑاؤ کو بغور دیکھ رہے تھے کہ ایک عمر رسیدہ عرب مل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے قریش اور محمد ﷺ کے کاروانوں کا حال پوچھا کہ کچھ بتائے اگر اُسے کچھ معلوم ہو، غالباً

دونوں لشکروں کے متعلق اِس لیے دریافت کیاتاکہ پوچھنے والے کی شخصیت پرپردہ پڑارہے۔اُس نے کہاکہ مجھے معلوم ہواہے کہ محمد [ﷺ] اوران کے ساتھی فلاں روز نکلے ہیں اوراگر مجھے بتانے والے نے صحیح بتایاہے توآج وہ لوگ اِسی جگہ ہوں گے اور ٹھیک اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں اس وقت مسلمانوں کالشکر اُترا تھااور مجھے یہ بھی معلوم ہواہے کہ قریش فلاں دن نکلے ہیں۔اگر خبر دینے والے نے صحیح خبر دی ہے تو وہ آج اُس جگہ ہوں گے۔اور ٹھیک اس جگہ کی جانب اشارہ کیااور جگہ کا صحیح نام لیاجہاں اس وقت مکے کالشکر تھا۔

شام کو آپؐ نے قریش کے حالات کاپتالگانے کے لیے علیؓ بن ابی طالب، زُبیر بن العوامؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ معلوم کرنے کے لیے روانہ کیاکہ آیالشکرنے یاقافلے نے یا دونوں نے بدرکے کنویں سے پانی کھینچا تھا؟ یہ لوگ بدر کے چشمے پر پہنچے۔کنویں پر دو آدمی ایسے مل گئے جو اپنے اونٹوں پر قریش کے لئے پانی لادرہے تھے۔انھیں گرفتار کرلیااور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔اس وقت آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔نماز کے بعد آپؐ نے ان سے دریافت کیا: مجھے قریش کی بابت بتاؤ۔انھوں نے کہا: یہ ٹیلہ جو سامنے نظر آرہاہے قریش، بس اسی کے پیچھے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کتنے ہیں؟انھوں نے کہا: بہت ہیں۔ آپؐ نے تعداد معلوم کی تو انھوں نے کہاکہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپؐ نے فرمایااچھایہ بتاؤکہ روزانہ کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں؟انھوں نے کہاکہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپؐ نے فرمایاکہ اس کا مطلب ہے کہ یہ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔پھر آپؐ نے پوچھاکہ ان کے درمیان سردارانِ قریش میں سے کون کون ہیں؟انھوں نے کہا: ربیعہ کے دونوں صاحبزادے عتبہ اور شیبہ اور ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خُوَیلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، سہیل اور مزید بھی کچھ لوگوں کے نام بتائے۔آپؐ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایامکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمھارے پاس لقمۂ تر بناکرڈال دیاہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ غنیمت جان کرکہ مشرکین ابھی وادی میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور چشموں پر اُن سے پہلے پہنچ کر قبضہ کیاجاسکتاہے، مسلمان فوج کواپناپڑاواُٹھاکر میدان میں داخل ہونے کے لیے فوری کوچ کا حکم دیا۔ابھی روانگی کوزیادہ وقت نہیں گزراتھاکہ بارش شروع ہوگئی آپؐ نے اسے اللہ کی رحمت جانااور خوشی کا اظہار فرمایاکہ یہ اللہ کافضل تھااوراس کی جانب سے فتح کی ضمانت۔بارش سے لوگ تازہ دم ہوگئےاور مٹی دب گئی وادی یَلیَل جہاں سے مسلمان فوج گزررہی تھی وہاں کی ریت جم کر سخت ہوگئی اور مسلمانوں کے لیے چلنا آسان ہوگیا۔لیکن دشمن کے لیے جسے ابھی **عقنقل** کی پہاڑی کی ڈھلوانوں پر چڑھ کرادھر آناتھاان کے لیے

یہ ریتیلے میدان رکاوٹ کا باعث تھے عقنقل کی پہاڑی ان مسلمانوں کے بائیں جانب تھی جو بدر کی جانب سے وادی یلیل کے عین مقابل تھی جتنے بھی پانی کے کنویں تھے وہ قریبی ہلکی چڑھائیوں پر تھے۔ آپؐ نے عشا کے وقت وادی میں مدینے کی جانب سے داخلی درّے کے قریب ترین چشمے کو کنڑول میں لے کر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔اس موقع پر حباب بن منذرؓ جو عسکری معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے دریافت کیاکہ یارسول اللہ! کیااس مقام پر آپؐ کاپڑاؤاللہ کے حکم سے ہے کہ ہمارے لیے اس سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجایش نہیں ہے یا آپؐ نےاسے محض ایک جنگی حکمتِ عملی کے طور پر کیاہے؟ آپؐ نے فرمایا: محض جنگی حکمتِ عملی کے طور پر۔ یہ سن کر حباب بن منذرؓ نے کہاکہ آپؐ آگے تشریف لے چلیں اور قریش کے سب سے قریب جو چشمہ ہو اس پر پڑاؤ ڈالیں۔ پھر ہم بقیہ چشمے بند کردیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھرلیں گے،اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہمیں پانی میسر رہے گا اور انھیں نہ ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے بالکل صحیح تجویز دی ہے۔اس کے بعد آپؐ لشکر سمیت اُٹھے اور نصف شب کو قریش کے پڑاؤ کے قریبی چشمے پر پڑاؤ ڈال دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حوض بنایااور بقیہ چشموں کو پاٹ دیا۔رات کو قریش کے لوگ پانی پینے حوض پر آتے رہے نبی ﷺ نے اُنھیں اجازت دی [کیوں کہ ابھی جنگ شروع نہیں تھی]،اُس رات،سوائے حکیم بن حزام کے جس نے بھی حوض سے پانی پیا تھا دوسرے دن وہ قتل ہو گیا۔ حکیم بن حزام، قبلِ بعثت کے زمانے سے نبی ﷺ کے دوستوں میں سے تھے،بعد میں ایمان بھی لے آئے تھے اور بہت عمدہ مسلمانوں میں شمار ہوئے۔ وہ جب قسم کھاتے تو کہتے لا والذی نجانی من یوم بدر۔ اُس اللہ کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے محفوظ رکھا۔

میدانِ جنگ کی نگراں چوکی

پانی کے چشموں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروگرام کے مطابق تمام کام کرچکے تو سعد بن معاذؓ نے یہ تجویز دی کی کہ کیوں نہ ہم سپہ سالار کے لیے ایک نگراں چوکی [چھپّر/سائے بان] تعمیر کردیں جہاں سے آپؐ رہ نُمائی فرماتے رہیں اور آپؐ کے پاس سواریاں ہوں۔ ہم دشمن سے ٹکرلیں گے اور اللہ نے اگر ہمیں عزت بخشی اور دشمن پر غلبہ فرمایاتو یہ وہ چیز ہو گی جو ہمیں پسند ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کے لیے دعائے خیر کی،اور مسلمانوں نے میدان جنگ کے شمال مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر چھپر بنایا جہاں سے پورا میدانِ جنگ صاف نظر آتا تھا۔ آپؐ کی اس چوکی کی نگرانی کے لیے سعد بن معاذؓ کی کمان میں انصار نوجوانوں کا ایک دستہ منتخب کر کے تعینات کر دیا گیا۔

فوج کی ترتیب اور شب گزاری

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فوج کی ترتیب فرمائی اور میدان جنگ میں تشریف لے گئے، وہاں آپؐ اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جارہے تھے اور قریش کے سرداروں کے نام لے لے کر بتارہے تھے کہ کل یہ یہاں قتل ہوگا ان شاء اللہ، اور یہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے ان شاء اللہ، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی مشاہداتی چوکی پر دُعائیں کرتے رات گزاری اور مسلمانوں نے بھی سکون کے ساتھ بغیر کسی خوف کے جو ایسی کسی دست بدست جنگ سے قبل کم تعداد وسائل سے تہی فوج کو دامن گیر ہو سکتا تھا، گہری نیند لے کر رات گزاری۔ سب کے دل اپنی فتح کے یقین سے اور شہادت اور رب العالمین سے ملاقات کی تمناؤں سے لبریز تھے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ (۸: ۱۱)

"جب اللہ تم پر اپنی طرف سے امن و بے خوفی کے طور پر نیند طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کردے اور تمھارے دل مضبوط کردے اور تمھارے قدم جمادے۔"

مشرکین کی فوجوں میں ابو جہل بھی لات و منات کو بھول کر آج اللہ سے فیصلہ کی دعا کر رہا تھا۔ اس نے کہا: اے اللہ ہم میں سے جو رشتوں ناتوں کا توڑنے والا ہو اور غیر معروف چیز لے کر آیا ہو اسے تو کل کی لڑائی میں شکست دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔

.... آج اللہ ابو جہل کی اِس کی دعا کو نہیں ٹالے گا! ..... اللہ کو جو زیادہ پسندیدہ ہے بدر میں اللہ اُس کی مدد کرے گا۔

یہ رات جمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ کی رات تھی اور آپؐ اس مہینے کی ۱۲ تاریخ کو مدینے سے روانہ ہوئے تھے۔

میدانِ جنگ میں صبح ہوتی ہے

عربوں کی دست بدست جنگوں کی تاریخ میں بہت سی لڑائیاں تھیں جو دو فوجوں کے آمنے سامنے صف آرا ہونے کے باوجود ٹل گئیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو اور آپؐ کے رفقاء کو یقین تھا کہ یہ فیصلہ کن جنگ ضرور ہو کر رہے گی یہ ان دو جتھوں میں سے ایک تھا جن میں سے کسی ایک کے مل جانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ آسمان کی فضاؤں میں گدھ بھی اس خونی مقابلے سے آگاہ ہو گئے تھے جواب شروع ہوا چاہتا تھا۔ ان میں سے کچھ گدھ تو آسمان پر

چکر لگا رہے تھے اور اکثر دونوں لشکروں کے پیچھے پہاڑیوں کے ڈھلان پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے چھپّر سے نیچے تشریف لائے، مسلمانوں نے صف بندی شروع کی رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی صفیں درست کیں، آپؐ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا، جس کی مدد سے آپؐ صف کے لوگوں کو آگے پیچھے کر رہے تھے۔ آپؐ نے سواد بن غزیہ کو، جو صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے تیر کے دباؤ سے پیچھے کرتے ہوئے کہا: سواد! برابر ہو جاؤ۔ سوادؓ نے کہا: رسول اللہ! آپؐ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے قصاص دیجیے۔ آپؐ نے تیر اُن کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا لو بھئی قصاص لے لو، سوادؓ نے کہا جناب میرا پیٹ ننگا تھا، آپؐ کا پیٹ ڈھکا ہے، آپؐ نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اُٹھا دیا اور فرمایا کہ لو اپنا بدلہ لے لو۔ سوادؓ آپؐ سے چمٹ گئے اور آپؐ کے پیٹ کے بوسے لینے لگے۔ آپؐ نے پوچھا کہ سواد اس حرکت پر تمھیں کس بات نے آمادہ کیا؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ! جو کچھ [جنگ میں] درپیش ہے آپؐ کے سامنے ہے۔ میں نے چاہا کہ ایسے وقت [کہ شاید کہ میری جان جانے کا دن ہو] پر آپؐ سے میرا آخری معاملہ یہ ہو کہ میرا جسم آپؐ کے جسم سے چھو جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

جب آپؐ صفیں درست فرما چکے تو آپؐ نے لشکر کو جنگ کے بارے میں ہدایات فرمائیں کہ:

- جب تک میرے آخری احکام موصول نہ ہو جائیں جنگ شروع نہ کریں
- جب مشرکین اکٹھے ہو کر تمھارے قریب آ جائیں تو ان پر تیر چلانا
- اپنے تیر بچانے کی کوشش کرنا یعنی بے ضرورت تیر اندازی سے تیروں کو ضائع نہ کرنا
- جب تک وہ تمھاری تلوار کی ضد میں نہ آ جائیں تلوار نہ کھینچنا

اس کے بعد آپؐ اور ابو بکرؓ چھپر کی طرف واپس گئے اور سعد بن معاذؓ اپنا حفاظتی دستہ لے کر چھپر کے دروازے پر اپنی ڈیوٹی پر کھڑے ہو گئے۔ چھپّر میں واپس آتے ہی وہی دعائیں جو شب بھر آپؐ مانگتے رہے تھے، پھر آپؐ کی زبان پر رواں ہو گئیں، دعاؤں میں عاجزی دیکھیے، کام پورا کر دینے والے مزدور کی اعتماد کے ساتھ مزدوری مانگنے کا انداز دیکھیے، اعتماد کے ساتھ گریہ وزاری عاجزی اور بے کسی کا انداز دیکھیے: ادھر زبان سے دعائیں نکل رہی تھیں ادھر بلا واسطہ عرش سے اپنے عاجز و بے نوا بندے کے لیے اُن کی قبولیت کے پروانے آ رہے تھے، دعا مانگنے والا رب کے سامنے سہم سہم کر اور ڈر ڈر کر اپنی زبان کو حرکت دے رہا تھا جسم لرز رہا تھا اور

چادر لرزتے کانپتے کندھوں پر سے گر گر جاتی تھی اور اُس کا دوستِ جانی اُسے اُٹھا کر دوبارہ کندھے پر ڈال دیتا، اور کہتا جاتا اے اللہ کے رسولؐ ، بس بس، اللہ آپؐ کی دعا سن لے گا۔ بس فرمایے ! آپؐ نے اپنے رب سے بڑے الحاح کے ساتھ دعا فرمائی [شاید یارِ غار کو خوف ہو کہ دوست کا دل کہیں خوف و محبت سے پھٹ نہ جائے]

وہ لرزتے اور کانپتے ہونٹوں سے کہہ رہا تھا

اللّٰھم انجز لی ما وعدتنی، اللّٰھم أنشدک عھدک ووعدک۔

اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرمادے۔ اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔

کہنے والے نے کیا کہہ دیا تھا؟ اپنے اللہ پر کیا ناز تھا کیا اعتماد تھا! فرشتے دَل بادَل اترنا شروع ہو گئے اب وقت آگیا تھا کہ اللہ اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ ساری کائنات اُس جواں مَرد پر درود بھیج رہی تھی کہ جس نے اپنا کام کر دکھایا تھا جو اپنی ساری پونجی لے کر میدان میں آگیا تھا۔ فیصلہ ہو گیا تھا کہ اس نبی ملاحم کا ذکر کائنات میں تاقیامت بلند رہے **ورفعنا لک ذکرک**۔ یہ ٹوٹی تلواروں والے، یہ فاقہ مست، اُس کے دین کے متوالے، قدسیوں کے مثیل، جن کے آنے کی پیشین گوئیاں ہزاروں برس سے ایک کے بعد ایک نبی کرتا آیا تھا کہ وہ آخری نبی قدسیوں کے جلو میں آئے گا۔ وہ اپنے 'قدسیوں' کے ساتھ میدان قتال میں تھا، سر اچھلنے اور سینے پھٹنے کا وقت آگیا ہے۔ اللہ کی کبریائی کا جلوہ نظر آنے کا وقت آگیا ہے۔ دیکھو لوگو، اللہ اب لڑنے کے لیے اُترنے والے فرشتوں سے کہہ رہا ہے **أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ** ﴿انفال ۱۲﴾ میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دل میں رُعب ڈال دوں گا۔ اور دوسری جانب دعا مانگنے والے سے کہتا ہے: **إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ** ﴿انفال ۹﴾ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔

قریش نے اب پیش قدمی کر دی تھی ریت کے اونچے نیچے ٹیلوں کی طرف سے آپؐ دشمن کی آتی ہوئی فوج کو دیکھ رہے تھے۔ قریش کی فوج کی تعداد اپنی اصلی تعداد سے کہیں کم نظر آرہی تھی لیکن آپؐ کو ان کی اصل تعداد کا علم تھا اور دونوں فوجوں میں زبردست تین گنے فرق کا بھی انداز تھا آپؐ نے اللہ کے حضور اُس نصرت کی دعا مانگی جس کا وعدہ کیا جاچکا تھا اس وقت آپؐ پر ہلکی سی نیند کا غلبہ ہوا اور جیسے ہی آنکھ کھلی، اللہ کا جواب آپؐ کے

سینے پر نازل کیا جا چکا تھا۔ اللہ کا جواب پا کر دعا مانگنے والے نے سر اٹھایا دوست جانی کو دیکھا اور کہا ابو بکرؓ خوش ہو جاؤ، تمھارے پاس اللہ کی مدد [فرشتوں کی فوج] آگئی۔ یہ دیکھو جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اُن کے آگے آگے چلتے ہوئے آرہے ہیں، گرد و غبار میں اَٹے ہوئے۔

دیکھو لوگو، ابو جہل اپنے تمام دستوں کو لے کر ٹیلے کے پیچھے سے اتر کر میدانِ بدر میں داخل ہو رہا ہے۔ لوہے میں غرق، اسلحہ سے لیس مشرکین مکہ کا لشکر نمودار ہوا اور دونوں فوجوں نے یک دوسرے کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں دیکھ کر بے ساختہ عرش والے سے کہا: اے اللہ! یہ قریش ہیں، اپنے پورے غرور وتکبر کے ساتھ تیری دشمنی کا علم اُٹھائے آئے ہیں یہ تیرے رسول کو مستقل جھٹلاتے چلے آئے ہیں۔ اے اللہ! تیری مدد ... جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ اے اللہ! آج انھیں سیدھا کر دے!!

اللہ کا رسولؐ چھپر سے باہر نکل آیا، نبی ملاحمؐ نے [معرکوں کے پیغمبرؐ نے] زرہ پہن رکھی تھی۔ وہ پورے جوش کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور نعرہ زن ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ .... 'عنقریب یہ جتھہ شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ مومنین نے، جو اپنے محبوب کو دیکھا کہ زرہ پہنے چلا آرہا ہے تو جوشِ شوقِ شہادت سے اُن کے دل اچھلنے لگے۔

اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کو اس کے ایک سرخ اونٹ پر دیکھ کر فرمایا: 'اگر قریش میں کسی کے پاس خیر ہے تو سُرخ اونٹ والے کے پاس ہے۔ اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو صحیح راہ پائیں گے [عتبہ ابو جہل اور قریش کو سمجھا رہا تھا کہ محمد [ﷺ] سے جنگ نہ کرو، واپس چلو، عتبہ مکہ میں بھی قریش سے یہی کہتا رہا تھا کہ محمد [ﷺ] کی ایک حد سے آگے مخالفت نہ کرو اُس کو اُس کے حال پر چھوڑ دو]۔

معرکہ بدر-۴

جنگ کا آغاز

اللہ کا رسول زمین کی طرف جھکا، ایک مٹھی کنکریلی مٹی لی اور قریش کی طرف رُخ کر کے اُن کے چہروں کی طرف 'شاھتِ الوجوہ 'یعنی' چہرے بگڑ جائیں' کہتے ہوئے پھینک دی۔ مشرکین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، نتھنے اور منہ میں اس ذرا سی ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ گیا نہ ہو۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اللہ کے ہاتھوں نے یہ مٹی پھینکی تھی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (۸: ۱۷) جب تم نے پھینکی تو در حقیقت تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

معرکے کا آغاز

سعدؓ پر اللہ رحم فرمائے، کیا صحیح مشورہ دیا تھا، قریش کی فوج پیاس سے بے جان تھی، رات کو تو رحمت اللعالمین نے دشمن فوجیوں کو مکمل اجازت دی ہوئی تھی کہ جتنا چاہو پانی پی لو مگر اب لوہے سے لوہے کے ٹکرانے کا وقت آ گیا تھا، اب کوئی مائی کا لعل پانی پی کر دکھائے! اسود بن عبدالاسد مخزومی بڑا بد خلق اور ضدّی تھا۔ یہ چیلنج دیتے ہوئے سامنے آیا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اِن کے حوض کا پانی پی کر رہوں گا۔ ورنہ اسے ڈھا دوں گا یا اس کے لیے جان دے دوں گا۔ جب یہ اُدھر سے نکلا تو مسلمانوں کی جانب سے حمزہ بن عبدالمطلبؓ آگے بڑھے کہ مشرک کو رسوا کریں دونوں میں حوض کے قریب ہی مڈبھیڑ ہوئی۔ حمزہؓ نے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے کٹ کر اڑ گیا اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اس کے پاؤں سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا جس کا رخ کفار کی طرف تھا، اُن کے دلوں نے بونی خراب ہونے پر بد شگونی محسوس کی۔ لیکن اس کے باوجود وہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھا تا کہ اپنی قسم پوری کر لے اور اپنی فوج کی ہمت بڑھائے لیکن حمزہؓ نے دوسری ضرب ایسی لگائی کہ بد نصیب قسم تو کیا پوری کرتا، زندگی ہار گیا۔

اگرچہ پہلا قتل ہو گیا لیکن ابھی جنگ اپنی روایات کے مطابق شروع نہیں ہوئی تھی۔ لڑائی کا آغاز یوں ہوا، جیسا کہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے نخلہ کی وادی میں چھ ماہ قبل عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھوں مارے

جانے والے عامر حضرمی کا بھائی میدان میں نکل کر آیا، جو اپنے بھائی کے خون کا دعوے دار تھا، اُس کے مقابلے کے لیے عمرؓ کا غلام مجیعؓ مسلمانوں کی طرف سے سامنے آیا اور عامر کے بھائی کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ قریش کے دو بہترین شہسواروں کے ساتھ نکلا؛ شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ ؛شیبہ اس کا بھائی اور ولید اس کا بیٹا۔ [عتبہ، ابوسفیان بن حرب کا سسر اور میدان بدر میں دوسری جانب موجود ابو حذیفہؓ کا باپ تھا]

- یہ وہی عتبہ ہے جس کے بارے میں تھوڑی دیر پہلے آپؐ نے کہا تھا کہ اگر قریش میں آج کسی کے پاس خیر ہے تو سُرخ اونٹ والے کے پاس ہے۔ اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو صحیح راہ پائیں گے، [دیکھیے صفحہ ۲۲۸]
- یہ وہی عتبہ ہے جس نے نبی ﷺ سے سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ کی تلاوت سنتے ہوئے، جب آپؐ نے کہا تھا اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ تو تو عتبہ نے بے اختیار آپؐ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیے تھے اور کہا تھا "اللہ کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو"۔
- یہ وہی عتبہ ہے کہ جو تلاوت سن کر واپس قریش کے سرداروں میں گیا تھا تو سردار کہہ رہے تھے کہ اِس پر بھی محمد کا جادو چل گیا، اور وہ اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا محمد [ﷺ] کو چھوڑ دو یہ عرب پر غالب آگیا تو یہ تمھارا ہے اور اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے اوپر ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے۔
- یہ وہی عتبہ ہے جس نے طائف کے لونڈوں اور اوباشوں کے ہاتھوں اپنے باغ میں پناہ لینے والے زخمی رسولؐ کو عدّاس کے ہاتھوں انگور بھجوائے تھے۔
- یہ وہی عتبہ ہے جسے اس کے سابق غلام عدّاس نے بدر کی راہ میں روک کر کہا تھا کہاں جا رہے ہو، وہ اللہ کا نبی ہے، اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

کون جانتا تھا کہ عتبہ اپنی ساری خوبیوں کے باوجود محرومِ ایمان رہے گا، اور عتبہ کا لاشہ میدانِ بدر میں بے گور و کفن کنوئیں میں گھسیٹا جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے کہنے پر، حرم میں آپؐ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی تو یہ اُن سات ہنسنے والوں میں سے تھا جن میں سے ہر ایک کا نام لے کر آپ نے بددعا کی تھی۔ عقبہ کو چھوڑ کر باقی چھ بدر میں قتل ہوئے، عقبہ قیدی بنا اور قتل کیا گیا۔

انھوں نے اپنی صف سے الگ ہوتے ہی جنگی روایات کے مطابق دعوت مُبارزت [مقابلے کی دعوت] دی۔ مقابلے کے لیے رسول اللہ کے انصار میں سے تین جوان نکلے۔

حارث کے بیٹے عوفؓ اور معوذؓ [جن کی والدہ کا نام عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم تھا] اور تیسرے عبداللہ بن رواحہ۔

اس للکار کو فوراً ہی قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجار کے مردِ مجاہد، عوف رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا عوفؓ مدینے کے اُن چھ خوش نصیب سابقون الاوّلون افراد میں سے ایک تھے جنھوں نے تین برس پہلے سنہ ۱۱ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر رات کی تنہائی میں اسلام قبول کیا تھا۔ عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بھائی معوذؓ بھی آگے نکل آئے مدینے میں ان کا ہی محلہ تھا جس کو اللہ نے اونٹنی قَصْوَاءُ کے ذریعے اپنے رسول کے قیام کے لیے منتخب کرایا تھا، یہ دونوں بھائی عظیم خاتون عفراء رضی اللہ عنہا کے اُن سات بیٹوں میں سے دو تھے جن کو اُن کی ماں نے رسول اللہ کے دائیں اور بائیں غلبۂ دین کے لیے جانیں قربان کرنے میدان بدر میں اتارا تھا۔[اس زمین پر کوئی اور عورت ایسی ہو تو مثال لائے!] تیسرے صحابی جنھوں نے اس للکار کا جواب دیا وہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے رسولؐ اللہ کی شان بیان کرنے میں اپنے سردار عبداللہ بن ابی کی سرداری کی پرواہ نہ کی تھی۔[دیکھیے کاروانِ نبوت جلد ہشتم، صفحہ ۲۴]

عتبہ نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟

انھوں نے کہا انصار کی ایک جماعت ہیں۔

عتبہ نے کہا کہ آپ اچھے لوگ ہیں لیکن ہمیں آپ سے سروکار نہیں، ہم تو اپنے [ہی خاندان کے] چچیرے بھائیوں سے مقابلہ چاہتے ہیں،[جن کے سبب ساری یہ جنگ ہے]

قریش کے منادی نے آواز لگائی: محمد [صلی اللہ علیہ وسلم]! ہمارے پاس اپنی قوم کے ہماری جوڑ کے[قریشی مسلمان] لوگ بھیجو[ہم کسانوں سے نہیں لڑتے، یہ ایک پوشیدہ آن کی بات تھی، اُن کے نزدیک کسانوں کے ہاتھوں مارا جانا بڑا عیب تھا]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبیدہؓ بن حارثؓ! اٹھو۔ حمزہؓ! اٹھیے۔ علیؓ! اٹھو۔

جب یہ تینوں قریشی اُٹھے اور اپنے رشتہ دار قریشیوں کے روبرو ہو گئے تو انھوں نے پوچھا:

آپ کون لوگ ہیں؟[خود میں چوں کہ چہرے چھپے ہوئے تھے اس لیے پہچان نہیں سکے]

تینوں صحابہ نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔

قریشیوں نے کہا: ہاں آپ باعزت لوگ ہماری جوڑ کے ہیں،

اس کے بعد معرکہ آرائی ہوئی۔

عبیدہؓ نے جو عمر میں سب سے زیادہ تھے اپنے مدِّمقابل عتبہ سے مقابلہ کیا،

حمزہؓ نے شیبہ سے اور

علیؓ نے ولید سے۔

حمزہؓ اور علیؓ نے تو اپنے اپنے مقابل کو فوراً ہی قتل کر دیا،
عبیدہ اور ان کے مدِّ مقابل کے درمیان تلواروں کے ایک ایک وار کا تبادلہ ہوا،
عبیدہؓ اور عتبہ دونوں نے ایک دوسرے کو گہرا زخم لگایا۔
اتنے میں علیؓ اور حمزہؓ اپنے اپنے مقابل دشمنوں کو قتل کر کے آ گئے، آتے ہی عتبہ پر جھپٹ پڑے،
عتبہ کو حمزہ اور علیؓ نے وہیں بھیج دیا جہاں وہ اُس کے بھائی اور بیٹے کو چھوڑ کر آئے تھے۔
اور اپنے زخمی دوست عبیدہؓ کو اٹھا لائے۔ اُن کا پاؤں کٹ گیا تھا اور آواز بند ہو گئی تھی جو بند ہی رہی یہاں تک کہ جنگ کے چوتھے روز واپسی کے سفر میں وادیٔ صفراء سے گزرتے ہوئے شہادت کی آرزو اللہ نے قبول کر لی۔

جنگ کے آغاز ہی میں پہلے ایک پہلوان اسود بن عبد الاسد مخزومی مارا گیا اور اُس کے بعد تو انتہا ہو گئی تین سرداروں کے سردار مارے گئے۔ اِن کی لاشوں کا کیا گرنا تھا کہ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی، نہایت زور کا رَن پڑا اور لڑائی شباب پر آ گئی ہر طرف کفار کے سر اچھلتے ہوئے نظر آنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم إن تهلك هذه العصابة اليوم لا تعبد اللهم إن شئت لم تعبد بعد اليوم أبداً۔ اے اللہ! اگر آج یہ [مسلمانوں کا] گروہ ہلاک ہو گیا تو کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت ابد تک کبھی نہ کی جائے۔ [تو تیری مرضی، ورنہ پھر آ جا اپنی بھرپور مدد کے ساتھ]

یارو، یہ کس کی مجال و ہمت تھی کہ اللہ سے ایسے بات کرتا!!

جنگ اپنے عروج پر

کفار و مشرکین مکہ کے لیے اُن کی روایات اور عقیدے کے لحاظ سے مبارزت دینے والے تینوں سورماؤں کا مارا جانا، جنگ میں بہت ہی بُرا شگون تھا، آدھی جنگ تو وہ پہلے چند منٹوں میں ہار گئے تھے، پیاس سے بے حال تھے، کیچڑ میں گرتے پڑتے، لت پت میدان میں آئے تھے دل بھی ٹوٹ گئے، رُعب چھا گیا، ابو جہل اور اُسی جیسے ناب کاروں کو بہر حال نشہ چڑھا ہوا تھا۔ غیظ و غضب سے بے قابو ہو کر سارے قریشیوں کو انھوں نے اندھے بھینسوں کی مانند یک بارگی حملہ کرنے کے لیے جھونک دیا، سوچ رہے تھے کہ ہم ایک ہزار ہیں اُدھر تو صرف تین سو [جیسا کہ عمیر بن وہب نے اُنھیں کل بتا دیا تھا۔] ذرا سی دیر میں تھوڑے سے نقصان سے سب کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیں گے، مسلمانوں کو چوں کہ ابھی حملے کا حکم نہیں ملا تھا اس لیے وہ دفاعی انداز سے قریش کے اونگے بونگے حملوں کو روک رہے تھے اور انھیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے تھے۔ کفار کی فوج کے سپاہیوں کا جوش اور قوت کا

استعمال اپنے عروج (peak) پر پہنچ چکا تھا، اب اُس کو نیچے کی جانب ہی آنا تھا، جب کہ مسلمان ابھی ضبط کی پوزیشن میں صبر سے اِن کے واروں اور چالوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اور تکبیر و تسبیح و تحمید کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے فتح اور شہادت کی دعائیں بھی مانگ رہے تھے وہ آج کے نام نہاد مسلمانوں کی مانند اللہ کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے نہیں پکار رہے تھے۔ جب کہ کفار کی فوج لاۃ اور مناۃ کی جے کے نعرے مار رہی تھی اور یہ تو اللہ اکبر کے علاوہ اور کسی فوجی نعرے کو جانتے ہی نہیں تھے اللہ اکبر کے ساتھ زبان پر اُحد اُحد کا کلمہ تھا، کہ موحدین کے منہ سے ادا ہونے والے اِس لفظ سے زیادہ اور کوئی کلمہ مشرکینِ قریش کو تکلیف نہ دیتا تھا، یہی وہ کلمہ تھا جو بلالؓ گرم ریت پر گھسیٹے جاتے تو اپنی جان کی قوت سے مشرکین کو زچ کرنے کے لیے زور زور سے پڑھتے تھے۔

یہ حالت چند ساعت رہی اتنے میں ایک بہت ہی بارعب، مومنوں کے دلوں کو گرما دینے والی اور کفار کے دلوں کو دہلا دینے والی آواز گونجی۔

نبی عربی، محمد ﷺ، کی میدانِ جنگ میں آواز گونجی۔

شدوا! چڑھ دوڑو۔

زمین پر اللہ کی نشانی، اللہ کا رسولؐ کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! جو آدمی بھی ڈٹ کر، ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا اللہ اُسے جنت میں لازمی داخل کرے گا۔

وہ مردِ مومن رسول آخر الزماں قتال پر ابھارتے ہوئے یوں بھی پکارا: اس جنت کی طرف دوڑو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔

عمیر بن حمامؓ نے کہا: واہ، وا!

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم واہ، وا، کیوں کہہ رہے ہو؟

نہیں، واللہ اے اللہ کے رسولؐ! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی انھی جنت والوں میں سے ہوں گا۔

ہاں، تم بھی انھی جنت والوں میں سے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

عمیر بن حمامؓ نے اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے۔

خود ہی گویا ہوئے: اوہو! اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی کھجوریں کھالوں تو پھر تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی۔

عمیر بن حمامؓ نے کھجوریں چھوڑ دیں، اور مشرکین سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اسی موقع پر عوف بن حارث رضی اللہ عنہ [عفراء رضی اللہ عنہا کے سات بیٹوں میں سے ایک] نے دریافت کیا کہ اے

اللہ کے رسولؐ! پروردگار اپنے بندے کی کس بات پر مسکراتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'اس بات سے کہ بندہ خالی جسم (بغیر حفاظتی ہتھیار پہنے) اپنا ہاتھ دشمن کے اندر ڈبو دے'! یہ سن کر عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے بدن سے زِرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ مدینے کے پہلے چھ ایمان لانے والوں میں سے آج دوسرا بھی اپنے رب کے پاس چلا گیا، پہلے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تھے، جو پچھلے برس جا چکے تھے۔ عوف رضی اللہ عنہ نے جنگ کے آغاز پر عتبہ کی دعوتِ مبارزت قبول کی تھی کہ شاید اس راہ سے شہادت ملے یا دین سربلند ہو، وہاں اُن کی قسمت نے یاوری نہ کی مگر اب یقیناً اللہ اپنے اِس مخلص بندے کو اس انداز سے جان دیتے دیکھ کر مسکرا رہا ہو گا۔ آج یوم فرقان ہے، آج توحید پرستوں کے مشرکوں پر غالب آ جانے کا دن ہے، آج رومیوں کے مشرک ایرانیوں پر غالب آ جانے کا دن ہے، آج سات بیٹوں کو جہاد پر بھیجنے والی خاتون عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کا دن ہے۔ آج اللہ کے مسکرانے کا دن ہے!

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے جوابی حملے کا حکم صادر فرمایا، دشمنوں کے جوش کا گراف نیچے آ رہا تھا۔ آپؐ کی آواز اور آپؐ کے حکم نے مسلمانوں کے جوش اور جذبے کو انتہا (peak) پر پہنچایا انھوں نے نہایت سخت تند و تیز حملے شروع کر دیے صفوں کی صفیں پلٹ دیں ہر طرف قریش کے نامی گرامی لوگوں کے سر گر رہے تھے۔

کارکنانِ قضا و قدر [یعنی فرشتے] سلسلہ اسباب کو توڑ کر مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے۔ جنگ لڑتے ہوئے دونوں فریقین کے بے شمار افراد نے اُن کو محسوس کیا، دیکھا یا سُنا، اتنی کافی شہادتیں ہیں کہ اُن کی آمد اور کارگزاریاں اتنی ہی یقینی ہیں جتنا تاریخ میں اس جنگ کا ہونا۔

کیا معاملہ تھا کہ آدمی کا سر کٹ کر گرتا ہوا نظر آتا تھا مگر مارنے والا ہاتھ، آدمی یا تلوار نظر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس مشرک کے اوپر کوڑا پڑنے کی آواز آئی اور ایک آواز جیسے کوئی اُس پر چیخ رہا ہو، مسلمان نے مشرک کو اپنے آگے مرا پڑا دیکھا، اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا، چہرہ پھٹا ہوا اور ضرب سے سارا نیلا پڑ چکا تھا۔

جنگ کے آغاز پر دو مقامی آدمی ایک پہاڑی کی چوٹی پر جا بیٹھے تھے کہ لڑائی کی وجہ معلوم کریں اور کچھ مال غنیمت کے لالچ میں بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بادل آ رہا ہے وہ اُن کے پاس سے گزرا اُس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی بھرپور آواز تھی ان دو میں سے ایک دہشت سے گر کر فوراً ہی مر گیا، دوسرا بے ہوش ہو گیا، شاید اس لیے کہ ہوش میں آ کر فرشتوں کے نزول کی گواہی دے سکے۔

معرکہ بدر-۵

جنگ اپنے عروج پر

جنگ اپنے بامِ عروج کو چھونے لگی، مسلمان اِس بے جگری سے لڑے کہ چرخِ کہن نے نہ کبھی پہلے ایسے کسی کو لڑتے دیکھا تھا اور نہ اُس روز سے آج تک کوئی بڑی جنگ ایسی بے سروسامانی میں اس بے جگری سے لڑی گئی تاہم چھوٹی چھوٹی بہت ساری جنگیں اس ماڈل پر لڑی گئیں اور لڑی جاتی رہیں گی۔اِن شاءاللہ

دوران جنگ کفار و مشرکین کی ہڈّیاں توڑتی عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تاکہ وہ اُن کو دوسری کوئی تلوار ہو تو عطا کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھمادیا اور فرمایا عکاشہؓ اس سے لڑو انہوں نے جوں ہی اس کو حرکت دی تو وہ ڈنڈا اُن کے ہاتھ میں ایک لمبی مضبوط تلوار بن گیا وہ بدر کی لڑائی میں اس سے لڑتے رہے اور بعد کی جنگوں میں بھی استعمال میں آتی رہی۔اس تلوار کا نام العون یعنی نصرت الٰہی پڑ گیا۔

قریش کا مکے سے نکلتے ہوئے بربادی کا اندیشہ جنگ شروع ہوتے ہی یقین میں بدل گیا

مکے سے فوج کے نکلنے کے ساتھ ہی روزِاوّل سے کچھ ایسی باتیں جن کا ذکر ہم کرتے آئے ہیں، مستقل ہو رہی تھیں کہ مشرکینِ مکہ کا ملاً دل شکستگی [demoralized] کے ساتھ میدانِ جنگ میں داخل ہوئے تھے۔

- سب سے پہلی بات یہ کہ وہ جانتے بوجھتے حق کے خلاف لڑ رہے تھے، اللہ کو اپنے ناچیز و حقیر و کمزور بندوں سے کوئی دشمنی نہیں ہوتی کہ وہ نبی کو نہ پہچان سکیں، اللہ نے اپنے برگزیدہ ترین نبیؐ کو اُن کے درمیان پیدا کیا، وہ سرتاپا صادق و امین اللہ کی نشانی تھا۔ قریش نے اپنی قیادت اور اپنے قبیلوں کی برتری کے چکر میں رسولؐ کی قیادت اور اُس کی بناپر خاندانِ نبیؐ کو ملنے والے اعزاز و سعادت کو برداشت نہ کر سکے، پیہم انکار سے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ، ہر گزرتے دن اسلام کی گواہی سے انکار کے ساتھ قلوب سیاہ ہوتے چلے گئے اور وہ نبیؐ کو پہچان کر بھی ایمان نہ لا سکے اور کفر پر نفس مطمئن ہوتے چلے گئے۔ لیکن ضمیر کچوکے لگاتا

ہی رہا ہو گا، آج یہاں آتے ہوئے ایک قبیلے کے سردار سے دورانِ گفتگو ابو جہل کا ذہن چھپ نہ سکا جب اُس نے کہا تھا: "میری عمر کی قسم اگر ہم انسانوں کی کسی فوج سے نبرد آزما ہوں تو اِس وقت کوئی فوج ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی اور اگر ہمارا مقابلہ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد [ﷺ] بزعمِ خویش سمجھتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اللہ سے مقابلے کی نہ کسی میں سکت ہے نہ مجال"۔

- اندر کے انسان کے اِن کچوکوں کے ساتھ اللہ نے اُن کے دلوں میں رعب بھی ڈالا ہوا تھا جس پر گفتگو ہم جنگ ختم ہوتے ہی سورۂ انفال کے نزول کے موقع پر کریں گے۔
- مکے سے جنگ کے لیے روانہ ہونے سے ایک دن قبل عاتکہ کا خواب جس میں اونٹ سوار کی پکار تھی "نکلو، اے کفار اور ایسی تباہی کا سامنا کرو جو تمہیں تین دن میں نابود کر دے گی "
- پھر دوسرے دن ضمضم کی نفیرِ عام۔
- اسی طرح جنگ کے لیے سفر جاری رکھنے اور نہ رکھنے پر آپس میں شدید نااتفاقی اور بنو زہرہ کے تین سو افراد کا واپس چلے جانا، مکے سے چلنے والی باقی ایک ہزار فوج کے لیے شدید ہمت شکنی کا باعث بنا۔
- یہی نہیں بلکہ اُن کے جانے کے بعد جحفہ میں قیام کے دوران ہی جُہیم کا خواب میں گھڑ سوار کو دیکھنا جس نے اعلان کیا کہ عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور امیہ تو قتل کر دیے گئے اور پھر تمام خیموں پر خون چھڑکتا اونٹ!
- عتبہ کا لوگوں کو واپس جانے پر آمادہ کرنا اور ابو جہل کا طعنے دینا یہ تمام چیزیں پوری فوج کے لیے بڑی ہمت شکن تھیں۔
- اِن سب پر بڑا ذہنی عذاب عین جنگ سے کچھ گھنٹے قبل عمیر بن وہب کا جو اُن کے درمیان غیب دان اور بڑا عقل مند جانا جاتا تھا یہ کہنا کہ: "اے قریشیو! میں نے ایسی بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے اِن کے دوش میں کھڑی ہیں۔ سنو، یثرب کے اونٹ اپنے اوپر خالص موت کو سوار کیے ہوئے ہیں"
- یہ تمام چیزیں ایک کے بعد ایک اہلِ مکہ کی ہمتوں کو چیلنج کرتی رہی تھیں، وہ عربوں کے جھوٹے وقار کے لیے کہ کل اُنھیں کوئی بزدلی کا طعنہ نہ دے مردہ دلی کے ساتھ یہاں موجود تھے۔
- بارش اگرچہ برسی مگر اِن کے پڑاؤ کے علاقے میں مٹی کو کیچڑ بنا کر پھسلواں اور گندہ کر گئی جب کہ مسلمانوں کے ریتیلے پڑاؤ کے علاقے کو مضبوط کر گئی تھی۔

- مسلمانوں نے پانی پر بھی قبضہ کر لیا تھا، جنگ کے آغاز میں نفسیاتی دباؤ کے ساتھ پیاس سے بے حال بھی تھے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اپنا پہلا آدمی جو جنگ میں جان سے کھویا وہ اِسی پانی پر مارا گیا۔

- ایک اور معاملہ یہ بھی اُن کی بڑی ہمت شکنی کا ہوا کہ دشمن قبیلے کنانہ کا ایک سردار، سراقہ جو یہ ضمانت لے کر آیا تھا کہ اُن کی غیر موجودگی میں کنانہ اہلِ مکہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور وہ مسلمانوں سے جنگ میں قریش کا ساتھ دے گا، میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۔ ضرور قریش اپنے بال بچوں کے بارے میں کنانہ سے خطرات محسوس کر رہے ہوں گے۔

مبارزت کے پہلے ہی ہلّے میں عتبہ، شیبہ اور ولید مارے گئے، ایسے بڑے سردار اور جنگ جُو، جن کے مارے جانے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے، اُنھیں یقین آگیا کہ جُہیم اور عاتکہ کے خواب سچے تھے۔ ابو جہل نے اپنی صفوں میں جب ہمت شکنی کی علامتیں دیکھیں تو چاہا کہ شکست کھاتی قوم کو صبر اور جماؤ کی تلقین کرے، وہ اپنے لشکر کو للکارتا رہا کہ :

> تم کو عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل سے ہمت شکن نہین ہونا چاہیے کیوں کہ ان لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ تم کو کنانہ کے سراقہ کے بھاگ جانے سے کم ہمت نہیں ہونا چاہیے، وہ پہلے ہی محمد [ﷺ] سے ملا ہوا تھا۔ لات وعزیٰ کی قسم! ہم واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ انھیں رسیوں میں جکڑ لیں۔ دیکھو! تمہارا کوئی آدمی ان کے کسی آدمی کو قتل نہ کرے بلکہ انھیں پکڑو اور گرفتار کرو [ایک جھوٹا وہم طاری کر رہا تھا کہ گویا ہم تو جنگ جیت چکے ہیں] تاکہ ہم ان کی بُری حرکت کا انھیں مزہ چکھائیں۔

لیکن چند ہی لمحے بعد کفر کے اُس عظیم لیڈر، اپنے وقت کے فرعونِ اعظم کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان اُس کے گرد حفاظتی حصار کے دائروں کو کاٹتے جا رہے ہیں۔ اُس کے گرداگرد مشرکین کی صفیں پھٹنا شروع ہو گئیں، سپہ سالار کے گرد لگائی گئی تلواروں اور نیزوں کی حفاظتی باڑھ بکھر گئی۔ دو نوخیز لڑکے، مجاہدہ اعظم عفراء رضی اللہ عنہا کے میدان میں موجود سات بیٹوں میں سے دو معاذؓ اور معوذؓ، جو اُسے اتنی دیر سے تلاش کر رہے تھے اور ڈھونڈ نہ پا رہے تھے اب اُسے دیکھ سکتے تھے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے یہ دونوں لڑکے علیحدہ علیحدہ پوچھ چکے تھے کہ چچا ابو جہل کدھر ہے وہ یہی کہتے کہ تم کیا کرو گے؟ اب جو سارے باڈی گارڈ جہنم رسید ہوئے اور باقی جان بچا کر بھاگ گئے، تو اتمامِ حجت تو نبی کریم ﷺ نے مکہ میں کر دیا تھا اب اتمامِ ذلّت باقی تھا جو کاشت کاروں کے لڑکوں کے ہاتھوں سردارِ قریش کا ہونا باقی تھا، بجلی کی سی تیزی اور آندھی طوفان کی قوت

سے وہ دونوں اُس پر جھپٹے اور لمحوں میں اُس کا گھوڑا بھی اور وقت کا فرعون بھی نیچے پڑا تھا، گمان کیا جہنم رسید ہو چکا ہے....... آیئے ذرا تفصیل سے اِن لڑکوں کی بہادری کو دیکھیں .... کہ جن پر لاکھوں نشانِ حیدر بھی قربان ہو کر حقِ شاباشی نہ دے سکیں۔

ابو جہل کا قتل

عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے روز جب جنگ اپنے عروج پر تھی میں صف کے اندر تھا ناگہاں مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دائیں بائیں دو نو عمر جوان لڑکے { معاذ بن عمَرو بن جموح اور معوذ بن حارث، جو معوذ بن عفراء کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں } ہیں، میں اِس معرکہ خوں ریز میں اُن کم عمروں کی موجودگی پر حیرانی کو جذب بھی نہ کر پایا تھا کہ اتنے میں اِن دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے ذرا چھپ کر مجھ سے کہا، چچا جان! مجھے بتایئے ابو جہل کہاں ہے، میں اُسے نہیں پہچانتا۔ میں نے کہا: بھتیجے! تم اسے کیا کرو گے؟اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے الگ نہ ہو گا یہاں تک کہ ہم میں جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں لڑکے کی اس جرأت پر متعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نوجوان لڑکے نے مجھے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے چند ہی لمحوں بعد دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے۔ میں نے لڑکوں کو پکارا: ارے دیکھتے نہیں! یہ رہا تم دونوں کا مطلوبہ شکار جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔"ان کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں لیے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا۔ پھر پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں نے کہا: میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو؟ بولے نہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا: تم دونوں نے قتل کیا ہے۔

وقت کے فرعون کے قتل کا واقعہ خود معاذ بن عمرو بن جموح نے اِس طرح بتلایا کہ میں نے مشرکین کو سنا وہ ابو جہل کے بارے میں جو گھنے درختوں جیسی نیزوں اور تلواروں کی باڑھ لگائے لڑا کا دستے کی حفاظت میں تھا کہہ رہے تھے: ابو الحکم تک کسی کی رسائی نہ ہو۔ معاذؓ بن عمرو کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اسے اپنے نشانے پر لے لیا اور اس کی سمت جما رہا۔ جب یہ باڑھ چھٹی تو میں نے حملہ کر دیا اور ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف

پنڈلی سے اڑ گیا۔ واللہ! جس وقت یہ پاؤں اڑا ہے تو اُس کی مثال تو گٹھلی کی طرح تھی جو [ہاون دستے (mortar and pastle)] موسلی کی مار پڑنے سے زور سے اچھل کر دور چلی جائے۔ ان کا بیان ہے کہ ادھر میں نے ابو جہل کو مارا اور ادھر اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار چلائی جس سے میرا ہاتھ کٹ کر میرے بازو کی کھال سے لٹک گیا۔ عکرمہ جب مجھ سے اُلجھا ہوا تھا تو اِس دوران معوذؓ بن عفراء نے ابو جہل کے قریب پہنچ کر اُسے ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ [لوگوں نے جان لیا کہ وہ مر گیا ہے، گرچہ وہ مرا نہیں تھا کچھ زندگی باقی تھی، مصنف]

ابو جہل کو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر قتل کر کے معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ دوبارہ کفار کو ٹھکانے لگاتے رہے یہاں تک کہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ معاذؓ کا کٹا ہوا ہاتھ جو لٹک رہا تھا لڑائی میں مخل ہونے لگا وہ اِسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لڑتے رہے، لیکن جب وہ اذیت پہنچانے لگا تو اُنھوں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور اسے زور سے کھینچ کر الگ کر دیا اس کے بعد معاذؓ بن عمرو بن جموح عثمانؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے، بچے اُن کے ایک کٹے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر اُس میں دلچسپی بھی لیتے اور اپنی شان دار اور تاب ناک تاریخ کو یاد رکھتے۔

اپنے خونی رشتہ داروں سے جنگ

عمر بن خطابؓ نے قرابت کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے عبد الرحمن نے مشرکین کی جانب سے جنگ میں شرکت کی تھی۔ طویل عرصے بعد جب عبد الرحمٰن ایمان لے آئے تو اُنھوں نے اپنے والد کو بتایا کہ آپ بدر والے دن میری تلوار کے نیچے آ گئے تھے مگر میں نے باپ جان کر چھوڑ دیا۔ ابو بکر صدیق نے کہا کہ اگر تم میری تلوار کے نیچے آتے تو نہ بچ پاتے۔

مسلمان جو جنگ میں اپنی مراد پا گئے

ایک تیر نے خزرج کے ایک نوجوان صحابی حارثہ رضی اللہ عنہ کے حلق کو چھیدا جب وہ حوض پر پانی پی رہے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ شوق شہادت میں زرہ بکتر اتار کے لڑتے ہوئے اور جنتوں میں جلد جانے کے لیے کھاتی کھجوریں پھینک کر رَن میں کودنے والے عمیر رضی اللہ عنہ ان سب سے پہلے تھے جو دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے اپنی جان قربان کر دی اور۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ عتبہ سے مقابلہ کرنے والے اور معوذ رضی اللہ عنہ، ابو جہل کو واصل جہنم کرنے والے۔ یہ سب ملا کر کل تعداد پانچ ہو گئی ان کے علاوہ اس دن چار اور صحابہؓ کو شہادت نصیب ہوئی دین کے

ان وفاداروں کی کل تعداد نو تھی ان میں یہ شہید ہونے والے پندرہ سالہ عمیر رضی اللہ عنہ وہی تھے جو سعد کے چھوٹے بھائی تھے اور جن کو رسول اللہ واپس گھر بھیجنا چاہتے تھے۔

میدانِ جنگ میں کچھ اور سردار جو قتل کیے گئے

ابوالبختری رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ اگر ابوالبختری تلوار کے نیچے آجائے تو قتل نہ کیا جائے۔ مکے میں یہ شخص باوجود ایمان نہ لانے کے رسول اللہ ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاتا تھا اور نہ اس کی طرف سے کوئی ناگوار بات مسلمانوں کے علم میں کبھی آئی اور یہ کہ یہ ان چند نیک لوگوں میں سے تھا جنھوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مقاطعے کو ختم کرانے کی مہم میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ ابوالبختری کو عربوں کی اپنی قوم کے ساتھ بہادری سے لڑنے اور بزدلی کے طعنے سننے سے موت کو بہتر جاننے کی روایات میدانِ جنگ میں لے آئی تھیں۔ اور روایات پر جان دینا ہی میدانِ بدر میں اُس کی موت کا باعث بن گیا۔

جنگ اپنے عروج سے گزر چکی تھی قریش کی شکست مستحکم ہوتی نظر آرہی تھی، لیکن نہ ابھی گرفتاریاں شروع ہوئی تھیں اور نہ ہی ابھی قریش نے میدان سے فرار شروع کیا تھا، ابوالبختری کے ساتھ اُس کا ایک دوست مسلمانوں کے ساتھ برسرِپیکار تھا، مجذرؓ کا اِن دونوں سے سامنا ہوا۔ مجذرؓ نے ابوالبختری سے کہا تم ہٹ جاؤ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آپ کو قتل کرنے سے منع کیا ہے نے، ابوالبختری نے کہا اور یہ میرا ساتھی ہے؟ مجذرؓ نے کہا: نہیں، واللہ! ہم آپ کے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! تب میں اور وہ دونوں مریں گے۔ دوست کو برے وقت چھوڑ دینا عربوں کی روایات میں اعلیٰ مردانگی کے خاف تھا چنانچہ دونوں نے لڑائی شروع کر دی۔ مجذرؓ نے مجبوراً ابوالبختری کو بھی قتل کر دیا۔

معرکہ بدر-۶

جنگ سرد پڑ گئی

قریش شکست کھا جاتے ہیں

میدانِ جنگ میں جابجا سرداروں کو قتل ہوتا دیکھ کر اور مومنین کو آندھی طوفان کی طرح قتال کرتا دیکھ کر قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور اُنھوں نے گدھوں کے غول کی مانند جس کے پیچھے بھوکا شیر لگا ہو دولتّیاں مارتے ہوئے پیٹھ دکھا کر دوڑنا شروع کر دیا۔ جب دشمن اپنا چہرہ میدان جنگ سے پھیر لے اور میدان کی طرف پیٹھ کر لے تو عربوں کی روایات کے مطابق اُن کو گرفتار کرنا اور باندھنا ہوتا ہے۔ اب مسلمانوں کے لشکر کی اکثریت نے بھاگنے والوں کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ کی غرض سے زندہ رکھنے اور باندھنے کا کام شروع کر دیا اگرچہ کچھ مجاہدین ابھی تک اللہ کی مرضی کے مطابق کفار کی خوں ریزی میں مصروف تھے۔ جیساکہ سُوْرَۃُ مُحَمَّد: آیہ ۴ میں کہا گیا تھا: فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ۔۔ [سُوْرَۃُ مُحَمَّد: آیہ ۴، دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳]

قیدی بنائیں یا قتل کریں؟

اگرچہ قریش میدان چھوڑ کر گدھوں کی طرح بھاگ رہے تھے اور مسلمان تعداد میں اتنے کم تھے کہ اِن سب کے پیچھے دوڑ کر قتل کرنا یا پکڑ پکڑ کر باندھنا ممکن نہ تھا، چار کے پیچھے بھاگو تو ایک ہاتھ آتا تین بھاگ جاتے۔ بھاگ جانے والوں کی تعداد بھی آٹھ سو سے زاید تھی یعنی مسلمانوں کی مجموعی تعداد کی ڈھائی گنی سے بھی زیادہ۔ اِس لیے اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ وہ آگے جاکر مجتمع ہوں اور واپس جاتے ہوئے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیں۔ چنانچہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے میدان جنگ میں موجود اللہ کے رسولؐ سے درخواست کی کہ آپؐ سائبان میں تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ نے مشورہ مناسب جانا اور سپہ سالار کی نگراں چوکی کی جانب چلے گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور کچھ انصار وہاں پہرے کے لیے موجود تھے اور اُن کے انچارج سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لیے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے، جب انھوں نے میدانِ جنگ پر نظر دوڑائی اور دیکھا کہ مسلمان کفار کو گرفتار کر

کے قیدی بنا کے پڑاو کے اندر لانے لگے ہیں تو اُن کے چہرے پر شدید ناگواری کے تاثرات نمایاں ہو گئے، ساتھیوں کے مزاج شناس قایدؐ نے دل کی بات چہرے پر پڑھ لی، رسالت مآب ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے سعدؓ لگتا ہے یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمہارے لئے قابل نفرت ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے پرجوش انداز میں تائید کی اور کہا یہ پہلی شکست ہے جس سے اللہ نے بت پرستوں کو دوچار کیا ہے اور میرے لئے بہتر یہ ہے کہ ان کو گرفتار کرنے کی بجائے موت کے گھاٹ اتار دوں۔

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی۔ مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ ان قیدیوں کو زندہ رکھنے کے حق میں تھے کہ توقع کی جاسکتی تھی کہ جلد یا بدیر یہ لوگ ایمان لے آئیں گے رسولؐ اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سائبان میں واپس آئے تو انہوں نے اس وحی کے سبب آپ ﷺ کو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آب دیدہ پایا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ [مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٦٥ سورۃ الْاَنْفَالِ] ۔ایک نبی کے شایان شان نہیں کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک کہ سرزمین پر بھاری قتل عام نہ کرلے تم اس دنیا کے فائدے کی طلب میں ہوا اور اللہ تعالی تمہیں آخرت کے فائدے عطا کرنا چاہتا ہے اللہ زبردست قوت والا اور حکیم ہے۔ لیکن وحی نے پھر یہ بھی وضاحت کردی کہ قیدیوں کی جان بخشی کے فیصلہ کو اللہ نے منظوری دے دی ہے اور اب اس کی تنسیخ کی ضرورت نہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ "وہ قیدیوں میں سے جو تمہاری قید میں ہیں کہو اگر اللہ کو معلوم ہے کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کی نیکی ہے تو کو اُس سے بہتر عطا کردے گا جو تم سے لے لیا گیا ہے اور وہ تمہیں معاف کردے گا بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے"

قیدی بنانے کے مقابلے میں اِن کو قتل کرنے کی رائے دینے والے قبیلہ اوس کے سردار، یہ وہی سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو آج سے چار برس بعد بنو قریظہ کی غزوہ خندق میں بے وفائی پر سزا کے لیے جب بنو قریظہ ہی کی فرمایش پر حکم بنایا گیا تو اُنھوں نے سینکڑوں کی تعداد میں تمام یہود کو قتل کرنے کا فیصلہ سُنایا تھا، اور رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ وہی ہے جو آسمان میں ہوا ہے [جسے اللہ کی تائید حاصل ہے] اور تورات کے مطابق ہے۔ رسول عربی ﷺ نے اس فیصلے پر فوراً عمل درآمد کرایا۔

امیہ بن خلف کی گرفتاری اور قتل

دورِ جاہلیہ میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور اُمیہ بن خلف میں اچھی دوستی تھی۔ اسلام نے جب خاص و عام سب

کو پکارا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو ایمان لے آئے مگر امیہ اسلام دشمنی میں بہت آگے تھا۔یہی امیہ بن خلف تھا جو بلالؓ کے سینے پر بڑا پتھر رکھ کر گرم ریت پر اُن کو گھسیٹا کرتا تھا۔جب قریش سواریوں پر اور پیدل گدھوں کی طرح بھاگ رہے تھے تو امیہ بن خلف اپنے لڑکے علی کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا کہ سواری ہاتھ سے جاتی رہی اور موٹا اتنا کہ مسلمانوں سے بچ کر تیز بھاگنا ممکن ہی نہ تھا،بیٹا باپ کو چھوڑ کر کیوں کر جائے۔چوں کہ مال دار بہت تھے ،اس لیے اس انتظار میں تھے کہ کسی کو زیادہ فدیے کا یقین دلا کر اپنے آپ کو قید کرا لیں اس سے پہلے کہ کوئی ان کی دینِ اسلام کے خلاف اِن کی زیادتیاں یاد کر کے انھیں قتل کر دے۔اسی اثنا میں اِن کے سابق دوست عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا قریب سے گزر ہوا،جو مالِ غنیمت کی دو زِرہیں لیے جا رہے تھے۔اُمیہ نے انھیں دیکھ کر کہا کہ مجھے اپنا قیدی بنا لو کیوں کہ میں قیمت میں زرہ بکتر سے کہیں زیادہ ہوں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جانا سودا اچھا ہے اور شاید یہ بھی سوچا ہو کہ دوست کے ساتھ حسنِ سلوک شاید اُسے نیکی کی ہدایت دے زرہ بکتر ایک طرف پھینکتے ہوئے ایک ہاتھ سے امیہ اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بیٹے علی کا ہاتھ تھام لیا اور پڑاو کی جانب چل دیے جہاں قیدی باندھے جا رہے تھے۔راہ میں جوں ہی بلالؓ کی نظر ان پر پڑی بلالؓ نے اپنے سابق ظالم آقا کو پہنچان لیا اور زور سے چیخے 'اُو، امیہ کفر کے سرغنہ مجھے موت آجائے اگر تجھے زندہ چھوڑ دیا جائے' عبدالرحمٰن بن عوفؓ غصے سے چلائے کہ یہ دونوں ان کے قیدی ہیں لیکن برسوں پہلے ریت پر گھسٹتے اَحد اَحد کا نعرہ لگانے والے اور ہر روز مسجدِ نبوی کے قریب ایک اونچی جگہ سے اذان دینے سے پہلے دونوں ہاتھ اُٹھا کر قریش کے ایمان کی طرف پلٹ آنے کی دعا مانگنے والے بلالؓ نے اپنا نعرہ دہرایا 'او، امیہ کفر کے سرغنہ مجھے موت آجائے اگر تجھے زندہ چھوڑ دیا جائے' عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سخت غصے میں کہا اُو حبشی ماں کے بیٹے تم میری بات نہیں مانو گے ؟ بلالؓ نے اپنی بلند آواز کو کہ جس نے انھیں موذن مسجد نبوی بنایا تھا پوری صلاحیت و قوت سے استعمال کرتے ہوئے کہا اے انصارُ اللہ "کفر کا سرغنہ امیہ مجھے موت آجائے اگر یہ زندہ رہ جائے "ہر طرف سے مسلمان دوڑتے ہوئے آئے اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور اُن کے دونوں قیدیوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا ایک آدمی نے تلوار کے وار سے اُس بیٹے کو گرایا تو اُمیہ نے اتنے زور کی چیخ ماری کہ لوگوں نے ویسی دہشت ناک چیخ کبھی نہ سنی تھی۔عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ امیہ نکل بھاگو، مگر آج بھاگنے کی گنجائش نہیں، اللہ کی قسم ! میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ایک طرف دھکا دیتے ہوئے مجاہدین نے قیدیوں کو اپنے گھیرے میں لے کر تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا بعد میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہا کرتے تھے اللہ کی رحمت ہو بلالؓ پر میری دو زرہیں بھی گئیں اور انھوں نے میرے دو قیدی بھی مجھ سے چھین لیے۔

امیہ بن خلف: اس پھوٹے نصیب کا وطیرہ تھا کہ وہ جب بھی نبی ﷺ کو دیکھتا تو لعن طعن کرتا اور آپ کو بڑے برے القابات سے پکارتا۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ **وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ** ہر لعن طعن اور برائیاں کرنے والے کے لیے تباہی ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں ھُمَزَہ وہ شخص ہے جو علانیہ گالی بکے اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے اشارے کرے اور لُمَزَہ وہ شخص جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں کرے اور انھیں اذیت دے۔

دن ڈھل گیا

دن ڈھل گیا، ہر گزرتے لمحے کے ساتھ قریش کے واپس پلٹ کر آنے کے امکانات کم ہوتے چلے جارہے تھے۔ جنگ کے نعرے اور چیخ و پکار غائب ہو گئی ایک سکوت سا چھا گیا۔ پڑاؤ کا سکوت ٹوٹا اور کچھ مباحثے کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ رسولؐ اللہ کی حفاظت کی خاطر سائباں پر تعین لوگوں میں سے کچھ مال غنیمت میں اپنے حصہ کے دعوے دار تھے جب کہ عرب روایات کے مطابق جس نے دشمن کا تعاقب کر کے انھیں گرفتار کیا تھا اور اُن کو قیدی بنایا یا اُن کی سواری اور اسلحہ پر قبضہ کیا وہ سب اُسی کا تھا۔ وہ مال غنیمت جمع کرنے والے کسی دوسرے کا حق تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ جب کہ آپ ﷺ کے سائبان پر متعین دستہ تو چونکہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا تھا اور وہ ایک زیادہ اہم ڈیوٹی انجام دے رہا تھا تو اُس کا موقف یہ تھا کہ غنیمت میں اُن کا بھی حصہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس سے قبل کہ رسول اللہ کوئی تجویز دیتے وحی اِلٰہی نے آپؐ کی رہ نمائی کی کہ یہ لوگ مال غنیمت کے بارے میں سوال کر رہے ہیں.........   آپؐ نے اعلان کیا کہ قیدیوں سمیت جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے سب کو لا کر جمع کرا دیا کیا جائے اور کوئی چیز کسی کی بھی ذاتی ملکیت تصور نہ کی جائے اس حکم کی تعمیل فوراً عمل میں آئی، لوگوں نے ایک ایک رسی کا ٹکڑا بھی جو ملا تھا لا کر آپ ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ [مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ کا فیصلہ آپ اگلے باب میں سورۃ الانفال کی تنزیل میں پائیں گے]

صحابہ اپنے نبیؐ کے پاس آتے ملتے اور جنگ میں اپنے تجربے کار گزاری اور احساسات بتاتے۔ ایک انصاری مسلمان نے آکر رسول اللہ ﷺ سے جب یہ ماجرا بیان کیا کہ وہ ایک مشرک کا تعاقب کر رہے تھے کہ اچانک اس مشرک کے اوپر کوڑا پڑنے کی آواز آئی اور ایک آواز جیسے کوئی اُس پر چیخ رہا ہو، انھوں نے مشرک کو اپنے آگے مرا پڑا دیکھا، اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا، چہرہ پھٹا ہوا اور ضرب سے سارا نیلا پڑ چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔ ایک انصاری جو عباس بن عبد المطلب کو قید کر کے لائے تو عباس کہنے لگے:

واللہ! مجھے اس نے قید نہیں کیا ہے، مجھے تو ایک گنجے نے قید کیا تھا، جو بہت خوب صورت اور چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا۔اب وہ نظر نہیں آرہا۔انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، اسے میں نے قید کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: خاموش رہو۔اللہ نے ایک بزرگ فرشتے سے تمہاری مدد فرمائی۔

جنگ تھم گئی ہے اپنوں کی بھی گنتی ہونی ہے دیکھ لو کون کون باقی ہے، کس کی مرحم پٹی ہونی ہے۔ مگر اللہ کے رسولؐ کو کچھ یاد آیا، سوال کیا کہ ابو جہل کی لاش کسی کو نظر آئی،؟

ابو جہل کی لاش کی تلاش

رسول اللہ نے حکم دیا کہ اس کی لاش کو تلاش کیا جائے عبداللہ بن مسعودؓ میدان جنگ میں واپس گئے اور اس کی لاش تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں وہ شخص زندگی اور موت کے درمیان پڑا مل گیا۔

- جو اپنی فراست و دانائی میں اتنا آگے تھا کہ جاہلیہ کے امام، سردارانِ قریش اس کو ابوالحکم کہتے تھے اور محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے متبعین اس کی حد درجے جہالت کے سبب ابو جہل کے نام سے پکارتے تھے۔اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔
- جس نے مکہ میں لوگوں کو اسلام کے قریب نہ آنے دیا تھا۔
- جو روزِ اوّل سے اسلام کے خلاف ہر وہ کام کرتا رہا تھا، جو اُس کے بس میں تھا۔
- جس نے سمیہ رضی اللہ عنہا کے نیچے نیزہ مار کر شہید کیا تھا،
- جس نے زنیرہ رضی اللہ عنہا کو اندھا کیا تھا۔
- جو سارے سرداروں کو زبردستی، بزدلی کے طعنے دے کر میدان بدر تک لایا تھا،
- جس نے لوگوں کو تماشا دکھانے کے لیے جمع کیا تھا تاکہ سب دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سجدے میں، حالتِ نماز میں ایک بڑے پتھر سے کچل کر کس طرح مارتا ہے۔
- جس نے دار الندوہ میں نبی کریم ﷺ کو سارے قبیلوں کی تلواروں سے قتل کرنے کی تجویز دی تھی، منظور کروائی تھی اور تلوار لے کر نبیؐ کے دروازے پر کھڑا تھا۔
- جس نے حرم میں پہلی مرتبہ قرآن کی تلاوت کرنے پر عبداللہ بن مسعودؓ کے منہ کو مکے مار کر سُجایا تھا، اُس وقت عبداللہ بن مسعودؓ کی حیثیت قبیلہ زہرہ کے حلیف کی تھی اور وہ مفلس بھی تھے کیوں کہ ان کی والدہ کنیز رہ چکی تھیں۔

آج وہی عبداللہ بن مسعود اُس کا لاشہ تلاش کرنے نکلے ہیں تو اللہ کی شان ہے کہ انھیں وہ شخص زندگی اور موت

کے درمیان پڑا مل گیا ہے تاکہ مکالمہ ہو سکے۔ انہوں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھا تو:
ابو جہل بولا: کم تر چرواہے تو بہت اونچا ہو گیا ہے [عبد اللہ بن مسعودؓ کے مکے میں بکریاں چرانے کی طرف اشارہ کیا]
عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا نا؟
ابو جہل نے کہا: مجھے کیا رسوا کیا؟ جس شخص کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے اس سے بھی بلند پایہ کوئی آدمی ہے؟
[یعنی تم نے قیمتی آدمی مار کے اپنی قوم کو رسوا کر دیا]
پھر اس نے پوچھا کہ آج لڑائی کا پلہ کس طرف جھکا [بدنصیب مرتے ہوئے یہ باور کرانا چاہ رہا تھا کہ یہ جنگ ہے کبھی ہار کبھی جیت، اگلی بار یہ پلڑا مخالف سمت میں جھکے گا یعنی قریش جیت جائیں گے]
عبداللہؓ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو نصرت حاصل ہوئی ہے۔
بولا کاش! مجھے کسانوں کے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔
عبداللہؓ نے گردن کاٹنے کے لیے تلوار بلند کی تو بولا ذرا نیچے سے کاٹنا [تاکہ جب لائن سے سر رکھے جائیں تو اُس کا سر ذرا اونچا نظر آئے، ہائے تکبر، اور کفر پر صبر و جماؤ، رسّی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا]
عبداللہؓ نے ابو جہل کا سر کاٹ دیا اور لا کر رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیا [جاہلیہ کی تاریخ کا ایک تاریک باب بند ہو گیا]
عبداللہؓ سائبان پر آئے اور کہا یارسول اللہؐ! یہ رہا اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر۔" آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: واقعی۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ أکبر، الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ وہزم الأحزاب وحدہ۔ اللہ اکبر، تمام حمد اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ پھر فرمایا: چلو مجھے اس کی لاش دکھاؤ۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو لے جا کر لاش دکھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس امت کا فرعون ہے۔

شہدا کی تدفین اور لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کام

غروب آفتاب میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا، یہ بات یقینی ہو گئی کہ قریشی لشکر کے آٹھ سو سے زائد زندہ بھاگنے والوں کے پلٹ کر حملہ کرنے کا کوئی امکان نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بالائی مدینہ یعنی شہر کے جنوبی حصے [قبا کی جانب] کے لوگوں کو فتح کی اطلاع دینے کے لیے بشیر [خوش خبری دینے والا] بنا کر روانہ کیا اور زیریں مدینہ [مسجد نبوی اور اطراف] کے لوگوں کے لیے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ آپؐ نے اپنے

لشکر اور قیدیوں کے ساتھ رات میدانِ بدر میں اسلامی لشکر کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا۔اس وقت فوری اور بڑا کام اپنے نو شہداء کی تدفین اور قریش کے ستّر (۷۰) مقتولین کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا تھا۔

آپؐ نے کفار کے تمام مقتولین کو ایک قریبی گڑھے میں پھینکنے کا حکم جاری کیا۔ایک ایک کر کے صحابہ اِن کفار کی لاشوں کو گھسیٹ کر لاتے رہے، امیہ بن خلف کی لاش بہت پھول گئی تھی اور وزنی تھی پس اُس پر وہیں مٹی ڈال کر اُسے چھپا دیا گیا۔جب عُتبہ بن ربیعہ کی لاش گڑھے کی جانب کھینچ کر لائی جا رہی تھی تو اُن کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ درد و الم کی تصویر بن گیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن پر ترس آیا اور ترحم بھری نگاہ سے ان کی طرف دیکھا، نگاہوں کے ترس کو محسوس کرتے ہوئے ابو حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ ایسا ہر گز نہیں کہ مجھے اپنے باپ کو اس گڑھے میں پھینکنے پر کوئی اعتراض ہے کہ جہاں وہ پھینکا جا رہا ہے لیکن مجھے معلوم تھا کہ میرا باپ ایک صحیح فیصلہ کرنے والا، دانش مند، صبر و ہمت کا مالک نیک انسان ہے۔ مجھے قوی امید تھی کہ اُس کی یہ صفات عالیہ اُسے اسلام کے قریب لانے میں مددگار ثابت ہوں گی لیکن جب میں نے آج دیکھا کہ ان پر کیا گزری اور ابھی جو کچھ دیکھا، میں نے ان کے کفر کو یاد کیا جس پر انھیں موت آئی ہے تو یہ احساس مجھے غم میں لے ڈوبا کہ وہ سب کچھ نہ ہو سکا جس کی میں نے امیدیں باندھ رکھی تھیں۔رسول اللہ نے ابو حذیفہ کے حق میں دعائے خیر کی اور انھیں تسلی دی۔

قلیب بدر/سماعِ موتیٰ

شب میں [اغلباً عشاء سے قبل] آپؐ اس گڑھے کے قریب گئے جہاں دشمنان اسلام کی لاشیں پھینکی گئی تھیں۔اُس کی منڈیر [قلیب] پر کھڑے ہو کر آپؐ نے کہا کہ اے گڑھے کے مکینو اور اپنے رسول کے رشتہ دارو تم نے رشتہ داری کا جو مظاہرہ کیا وہ برا تھا، تم نے مجھے جھوٹا کہا جب کہ غیروں نے مجھے اپنایا، تم میرے مخالف ہو کر مجھ سے لڑے جب کہ غیروں نے فتح حاصل کرنے میں میری مدد کی تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ تھا میں نے تو وہ سچ ہی پایا جس کا وعدہ مجھ سے میرے رب نے کیا تھا

آپؐ کے بعض اصحاب نے آپؐ کے مُردوں سے کلام پر متعجب ہوئے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ قرآن کا قطعی فیصلہ ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت فرمائی کہ اُس موقع پر وہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اعجاز تھا، اور اللہ کے رسولؐ کے الفاظ یہ تھے کہ **انهم ليعلمون الان**، یعنی بے شک یہ لوگ اِس وقت جان رہے ہیں۔یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اُن پر گزر رہی ہے اور وہ میری بات کی صداقت کے اب قائل ہیں۔

معرکہ بدر-۷

شکست خوردہ لشکر کا مکہ کی جانب فرار

☆☆☆☆

جنگ کا دن گزر گیا، جشنِ فتح پر کوئی محفلِ موسیقی، کوئی فنکشن نہیں ہوا، سوائے اِس کے کہ اللہ کی حمد اور شکر کے ترانے غازیوں کی زبان پر جاری رہے۔ صفحہ قرطاس پر ہم ابھی بدر ہی میں موجود ہیں، دیکھیں مجاہدین زخمی بھی ہیں اور تھکے ہوئے بھی، قیدی بھی بندھے پڑے ہیں، نہ باندھیں تو بھاگ جائیں گے پس اب سو جانے کا وقت ہے۔ یہ مبارک قافلہ مدینے کیسے پہنچا، وہاں کیا معاملات رہے، یہ سب بعد میں، پہلے ذرا دیکھیں کہ دو چار نہیں پورے ساڑھے آٹھ سو قریشی جو ستّر لاشیں اور ستّر قیدی اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر مکے کی جانب بھاگے ہیں کہاں پہنچے، فتح کا جشن ہر چند کہ تھا، نہ تھا دیکھ لیا؛ آئیں ماتمِ شکست اور عزائم انتقام کو بھی دیکھ لیں۔

☆☆☆☆

سوائے ابو لہب کے قریش کی صف اوّل کی ساری لیڈر شپ بدر کے گڑھے میں تھی۔ صفِ دوم ہاتھ پیروں سے بندھی امید کر رہی تھی کہ ہفتے عشرے میں اُن کے رشتہ دار مکہ سے رقم لے کر انھیں چھڑانے آئیں گے، فی الحال تو قیدیوں کے دل حلق میں تھے اور اندیشہ ہائے دور دراز کہ اِن کے ساتھ مسلمان کیا برتاؤ کرتے ہیں، سوچتے ہوں گے کہ ہم نے مکے میں جو مسلمانوں کی زندگی تنگ کی تھی اب اُن کا بدلہ یہ مسلمان ہم سے کس طرح لیں گے ؟ میدانِ جنگ سے بغیر لیڈر شپ کے مکے کی جانب بھاگتا ہوا لشکر چھوٹی بڑی بہت ساری ٹکڑیوں میں بٹ گیا تھا۔ ہر ایک ٹکڑی کی خواہش تھی کہ مکے میں داخل ہو کر شرم ناک شکست فاش کی اور ستّر میّتوں کی خبر سنانا اُس کی قسمت میں نہ ہو۔ مکے میں داخل ہونے والا سب سے پہلے فرد بنی ہاشم کا ابوسفیان بن حارث تھا جس کا بھائی نوفل بن حارث، چچا عباس بن عبدالمطلب اور چچا زاد عقیل بن ابی طالب مدینے میں مسلمانوں کے قیدی تھے۔ اسلام سے ابوسفیان بن حارث کو اتنی سخت عداوت تھی کہ وہ اسلام اور اپنے چچا زاد بھائی محمد [ﷺ] کے خلاف شاعری کرتا تھا لیکن بدر میں اس کو جو اسلام کی اس طاقت کا تجربہ ہوا اُس نے اُس کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ محمد [ﷺ] کے ماننے والوں میں ایسا ڈسپلن، ایسی بہادری، اپنے

عقیدے کے ساتھ ایسی وابستگی، اور شہادت کے ساتھ ایسی محبت ہو گی۔ وہ مکہ پہنچتے ہی سیدھا مسجد الحرام گیا وہاں اُس کا چچا ابو لہب خیمہ زم زم میں بیٹھا ہوا تھا، جوں ہی اُس نے بھتیجے کو دیکھا تو آواز دے کر بلایا: ادھر آؤ، میرے پاس بیٹھو اور بتاؤ کہ کیا گزری؟ ابو سفیان بن حارث بولا اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، ہم نے پیٹھ دکھائی اور اپنے کندھے اُن کے حوالے کر دیے وہ ہمیں جیسے چاہتے تھے قتل کرتے تھے اور انھوں نے جس کو چاہا قیدی بنالیا اور ہمیں مار بھگایا۔ اس میں ہماری بزدلی یا کسی قصور کا کوئی معاملہ نہیں، ہمارا مقابلہ دشمن کے ہم راہ لڑنے والی ایسی مخلوق سے تھا جو سفید پوش تھی اور ایسے چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھی جو زمین اور آسمان کے درمیان تھے اور ان سے نہ کوئی جان بچا سکتا تھا اور نہ ہی اُن کو کوئی مار سکتا تھا۔

اس وقت عباس کی بیوی اُمّ الفضل خیمے کے ایک کونے میں بیٹھی تھیں اور اُن کے ساتھ عباس کا ایک غلام ابو رافع بھی بیٹھے تیر بنا رہے تھا، اُمّ الفضل کی طرح اُس نے بھی اپنے اسلام کو راز میں رکھا ہوا تھا لیکن جب ابو رافع نے اسلام کی فتح کی خبر سنی تو وہ اپنی خوشی کو نہ چھپا سکا۔ جب ابو سفیان بن حارث کے منہ سے سفید پوش، چتکبرے گھوڑوں پر سوار مخلوق کے بارے میں سُنا تو بے اختیار بول اُٹھا، ارے وہ فرشتے تھے۔ ابو لہب نے یہ سن کر عالمِ غیظ میں اُس بے چارے کے چہرے پر اس زور سے مارا کہ ابو رافع کا چہرہ لہو لہان ہو گیا۔ اُس نے بدلہ لینے کی کوشش کی لیکن کہاں وہ نحیف نزار غلام اور کہاں یہ موٹا، بھاری بھر کم ابو لہب، وہ اُسے زمین پر گرا کے اُس پر چڑھ بیٹھا اور مارنے لگا۔ اس پر اُمّ الفضل اپنی جگہ سے اُٹھیں اور خیموں میں لگائی جانے والی ایک بَلّی [کھمبا، موٹا بڑا ڈنڈا] اُٹھائی اور اپنی پوری طاقت سے جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) کے سر پر بڑے غصّے سے یہ کہتے ہوئے دے ماری کہ تم اِس سے یہ سلوک کرو گے، جب اُس کی حفاظت کے لیے اُس کا آقا موجود نہیں ہے۔ [اُس کا آقا عباس مدینے میں جنگی قیدی تھا] اور جیسے وہ کوئی انسان ہی نہیں ہے، بَلّی کی چوٹ سے ابو لہب کا سر بری طرح اپھٹ گیا، یہ ایسا زخم تھا کہ مندمل نہ ہو سکا اور اُسے ایک ہفتے میں موت آگئی، اسے عَدَسَہ (Malignant Pustule) کی بیماری ہو گئی، ایک دانہ جسم پر نکلا جو پھیل گیا۔ چیچک کی مانند یہ بیماری عربوں کے لیے بڑی خوف ناک تھی جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں نے اُسے تنہا چھوڑ دیا، [Isolated] کوئی اس کی دوا دارو اور مزاج پُرسی کا بھی روادار نہ تھا، سب کو چھوت لگنے کا ڈر تھا اور یقیناً سب کو قرآن کی پیشین گوئی بھی یاد ہو گی، بیٹے بیٹیاں کوئی قریب نہ آئے، سب خوش قسمت تھے اِن کی قسمت میں تو ایمان لکھا تھا جو فتح مکہ کے بعد نصیب ہو گیا۔ ابو لھب، شعلوں جیسے چہرے والا دنیا ہی میں، جسے دوزخ کے شعلوں نے گھیر لیا رسوائی کی عبرت ناک موت مر گیا۔ مرنے کے بعد

بھی تین روز تک کوئی بیماری لگ جانے کے ڈر سے اُس کی لاش کے پاس نہ پھٹکا۔ جب پورے محلے میں لاش کے سڑنے کی سڑاند پھیلی اور لوگوں نے اُس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کیے تو انہوں نے کچھ حبشیوں کو اجرت دے کر اس کی لاش اٹھوائی اور انھی مزدوروں نے اس کو گڑھے میں ڈال کر اوپر سے پتھر لڑھکائے، اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے ایک گڑھا کھدوایا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس میں لڑھکا دیا اور اوپر سے پتھر مٹی ڈال کر اسے ڈھانک دیا۔

قریش کے لیے ابو جہل کے بعد نئے سردار کا تقرر

یوں بنو زہرہ کے اخنس بن شریق کو چھوڑ کر جو جحفہ سے ۳۰۰ آدمیوں کے ساتھ پلٹ آیا تھا صف اوّل کا ایک قبائلی سردار، جو جنگ پر جانے سے رہ گیا تھا میدانِ بدر میں قتل ہونے کے بجائے میدانِ بدر کے دسویں روز مکہ ہی میں مر گیا۔ بڑے سرداروں میں سے تین جنگی قیدیوں کے طور پر مسلمانوں کے قبضے میں تھے بنو عامر کا سہیل، بنو عبدالدّار کا نضر بن حارث اور بنو امیہ کا عقبہ بن ابی معیط۔ چنانچہ ممتاز لوگوں کے قتل ہو جانے یا کسی طور ضائع ہو جانے کے باعث بنو امیہ کا ابو سفیان بن حرب جو تجاتی قافلہ لے کر آیا تھا قریش کی سرداری کے منصب پر فائز کر دیا گیا، لیڈر شپ کی اگلی دو صفوں کے مٹ جانے سے قیادت تیسری صف کے حصّے میں آگئی تھی۔ نئے سردار ابو سفیان بن حرب کا ایک بیٹا حنظلہ بدر میں مارا گیا تھا اور ایک دوسرا عمرو مسلمانوں کی قید میں تھا۔

جب جنگ کی مزید خبریں پہنچیں اور مکہ سوگواروں کے ماتم سے گونج اُٹھا تو دار الندوہ میں بلائی گئی فوری ایک ہنگامی پارلیمنٹ کے اجلاس میں بدر میں مارے جانے والوں پر رونے، نوحے پڑھنے اور ماتم کرنے پر مکمل پابندی کا فیصلہ کیا گیا۔ لوگوں کو رونے پیٹنے سے روک کر صبر وضبط کی تلقین کی گئی، اُن کا کہنا تھا کہ اس ماتم کی خبریں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور ان کے رفقا کی ہمتیں بڑھائیں گی اور وہ جشن منائیں گے اور اہلِ مکہ نہیں چاہتے کہ اُنھیں کوئی بھی خوشی نصیب ہو۔ گرفتار شدگان کے رشتہ داروں پر زور دیا گیا کہ وہ اپنے فدیہ کی رقم یثرب نہ بھیجیں، یہ رقم اُن کی جنگی صلاحیت کو بڑھائے گی، لیکن زیادہ عرصے اِن کے لوگوں کا وہاں قیدی رہنا اس بات کا اندیشہ پیدا کرتا ہے کہ قیدی محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔

قریش کی پارلیمنٹ میں جنگ کا جائزہ اور فیصلے

اس اجلاس میں جو فیصلے کیے گئے وہ قریش کی سوچ کو، شکست کے اثرات اور ایک انتقامی جنگ کی تیاری کو

سامنے لاتے ہیں، فیصلے یہ تھے:

- بدر میں مارے جانے والوں پر رونے، نوحے پڑھنے اور ماتم کرنے پر مکمل پابندی ہو گی۔
- قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے کی کوشش نہ کی جائے۔
- قافلہ تجارت سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی اگلی جنگ کے اخراجات کے لیے رکھ لی جائے۔
- اس مرتبہ معزز گھرانوں کی عورتیں بھی جنگی لشکر کے ساتھ جائیں تاکہ وہ مردوں کا حوصلہ بڑھائیں اور غیرت دلائیں۔
- سفارتی کوششوں سے سارے عرب کو آگاہ کیا جائے کہ نئے مذہب اسلام سے کتنے شدید خطرات درپیش ہیں۔
- جہاں تک ممکن ہو، مکے اور مدینے کے درمیان اور اطراف کے قبائل کو حلیف بنایا جائے اور مشترکہ حملے کی دعوت دی جائے۔
- شام کی جانب تجارتی قافلہ بدر سے گزرنے والی روایتی شاہ راہ چھوڑ کر عراق کا غیر معروف راستا اختیار کرے۔

پارلیمنٹ میں مرنے والوں کے لیے ماتم اور سوگ پر پابندی کا احترام تو سب نے کیا لیکن قیدیوں کے فدیہ کے بارے میں کئے گئے فیصلے پر عمل مشکل تھا کہ جو مر گیا تو اُس کو تو زندہ نہیں کیا جاسکتا تھا مگر جو قید میں تھا، اُس کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ دارالندوہ کے فیصلے کو مانا جائے۔ دارالندوہ کے پاس اپنی کوئی حکومت نہ تھی، قبائلی سرداروں کا ایک اجتماع ہوتا تھا اور اُس کے فیصلوں کا نفاذ اُنھی سرداروں کا مرہونِ منت ہوتا تھا۔ کوئی عدالت، کوئی ایجنسی اُس کو لازماً، جبراً نافذ کرانے کا اختیار و قدرت نہیں رکھتی تھی۔

ابو سفیان کی آتش مزاج بیوی بڑے غصّے میں تھی، اُس کا غم و غصہ ابو سفیان کے دو بیٹوں کے المیے [ایک کا قتل اور ایک کی گرفتاری] پر نہیں تھا کیوں کہ وہ دونوں بیٹے اُس کے نہیں، کسی اور بیوی سے تھے۔ اُس کا غصّہ میدانِ بدر میں دعوتِ مبارزت دینے والے تین افراد کے قتل سے تھا۔ عتبہ اس کا باپ تھا ولید اس کا سگا بھائی اور شیبہ اس کا چچا۔ ماتم نہ کرنے کے اجتماعی فیصلے کے آگے وہ اپنے آنسو پی گئی لیکن اس نے قسم کھائی کہ جب تک قریش مسلمانوں سے انتقام نہ لیں گے وہ چین سے نہ بیٹھے گی۔

مکے کے تقریباً تمام ہی خاندانوں کے آدمی قیدی بنے تھے کون محفوظ تھا، سب نے اپنے گرفتار شدگان کو رہا

کرانے کے لیے سودے بازی کی خاطر مدینے کے چکر لگانے شروع کر دیے۔ ابوسفیان اپنی بات پر قایم رہا وہ اپنے بیٹے عمرو کے لیے مدینے نہیں گیا۔

ابوسفیان نے کہا کہ کیا ضروری ہے کہ میں دوگنا نقصان اٹھاوں پہلے تو میرا ایک بیٹا حنظلہ، بدر میں قتل ہوا اور دوسرے اب قید میں گرفتار دوسرے بیٹے عمرو کے لیے بڑی رقم کے فدیہ کا بوجھ بھی سہوں۔ اُسے انھی کے پاس رہنے دو جب تک چاہیں وہ اسے اپنے پاس رکھیں۔ بات یہ تھی کہ بحیثیت سردار وہ مثال قایم کرنا چاہتا تھا دار لندوہ کے فیصلے کے مطابق اُس نے پیسے کے ذریعے مسلمانوں کو فایدہ نہیں پہنچایا، دوسرے یہ اُسے یقین تھا کہ مسلمان اُس سے اچھا سلوک کریں گے اور وہ مکہ کے مقابلے میں مدینے میں زیادہ آرام سے رہے گا۔ تاہم چالاکی سے اگلے برس حاجیوں میں سے اُس نے قبیلہ اوس کے ایک بزرگ حاجی کو اغوا کر لیا کہ وہ انھیں تب تک واپس نہیں جانے دے گا جب تک اس کا بیٹا عمرو اسے مدینے والوں سے واپس نہیں مل جاتا۔ حاجی کے رشتہ داروں نے رسول اللہ کو عمرو کے عوض اپنے مغوی حاجی کی خلاصی پر آمادہ کر لیا۔

معرکہ بدر-۸

غازیوں کی اپنے شہر کو واپسی

☆☆☆☆

قارئین، مکے میں جو جنگ کے اثرات پڑے اُن کا ایک خاکہ آپ کے سامنے آگیا ہے، میدانِ بدر میں رات چھٹ رہی ہے، صبح دم ہے اللہ کا رسولؐ اور اُس کے رفقا کی ایک تعداد نالہ شب و شکر گزاری سے فارغ ہو چکی ہے۔ بلال کی اذان سے وادی گونج رہی ہے، اب تا قیامت اس سوز و گداز سے کوئی کیا خود بلالؓ بھی ایسی والہانہ اور سوز و گداز والی عاجزانہ اذان نہ دے سکیں گے۔ یہ اطمینان و سکون کی صبح، جب غلبہ دین کی راہ کھل گئی، جب اللہ نے بھی اور بندوں نے بھی ایک دوسرے کو جتلا جتلا کر اپنے وعدے پورے کر دکھائے، تاریخ ایک موڑ مڑ گئی ہے۔ سورہ انفال اتر چکی ہے انشاءاللہ اگلے باب میں اس کا مطالعہ جاری رہے گا۔ اب آیئے دیکھیں کہ مدینے کے کیا حال ہیں اور غازیوں کا قافلہ کس شان و انداز سے بدر سے مدینے کی جانب کوچ کرتا ہے۔

☆☆☆☆

مدینے میں فتح کی خوش خبری

منافقین کا طرزِ عمل: کل دن ڈھلے فتح کی خوش خبری لیے عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ مدینے روانہ ہو چکے تھے۔ مدینے میں جنگ کے نتیجے کی اطلاع جب تک نہ پہنچی تھی منافقین اور یہود نے اپنی دلی خواہشوں اور آرزوؤں کو خوابوں کی شکل میں دیکھنا شروع کیا پھر خود ہی اُن پر یقین کرنا اور پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ مسلمانوں کی زبردست شکست کے افسانے اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ پھیلا رہے تھے۔ نعوذ باللہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل ہو جانے کی بھی خبریں گرم کرنا شروع کر دیں۔ زیدؓ جب فتح کی خبر لائے تو آپ نبی کریمؐ کی اونٹنی قصواء پر آئے تھے، قصواء ہجرت کے مبارک سفر میں ساتھ تھی، مسجد نبوی اور قیام مسجد نبوی بھی اللہ تعالیٰ کی جگہ کے انتخاب کے لیے اللہ نے اس ہی کو ذریعہ بنایا تھا، فتح مکہ والے دن بھی آپؐ اسی پر سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوں گے۔ اِس مبارک خبر کے لیے آپؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے کو اپنی اونٹنی پر بھیجا تو منافقین نے ایک اچھی بات میں سے ایک بری بات نکال لی۔ جیسے ہی زیدؓ کو قصواء پر آتے دیکھا تو لگے شور مچانے کہ رسول اللہ

تو قتل ہو گئے، اونٹنی پر اُس کا مالک نہیں کوئی اور آ رہا ہے۔ اسامہ بن زید اُس وقت عمر میں بہت چھوٹے تھے، انھوں نے اپنے والد سے فتح کی اچھی طرح تصدیق کی اور باتیں بنانے والے منافق کی خوب خبر لی اور کہا کہ وہ رسولؐ اللہ سے اُس کی شکایت کریں گے تو منافق ڈر اور خوف سے کانپنے لگا۔

اہلِ ایمان کو دو نوع کی خبریں: دوپہر سے قبل خوش خبری لانے والے دونوں بشیر مدینہ پہنچ گئے زید بن حارثہؓ جب مسجدِ نبوی کے قریب پہنچے تو خوش خبری سنانے سے پہلے جنت البقیع کے داخلے پر اُنھیں ایک غم زدہ کر دینے والی خبر ملی، عثمان بن عفّانؓ اور اسامہ بن زیدؓ رسول اللہ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمدؐ کی تدفین کر کے واپس آ رہے تھے۔ مسجد کے سامنے ہی نجار کا محلہ تھا، اُسی گلی میں ابو ایوب انصاریؓ، سعد بن زرارہؓ اور عفراء رضی اللہ عنہا کے گھر بھی تھے۔ بدر کی عظیم فتح کے ساتھ سات بیٹوں کو جہاد پر بھیجنے والی خاتون عفراء رضی اللہ عنہا کو دو بیٹوں عوف اور معوذ رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خوش خبری بھی سنانی تھی۔ کیا خوش خبری تھی کہ چہروں پر خوشی کی مسکراہٹ بھی نہیں آسکتی اور کیا افسوس کی خبر تھی کہ رویا نہیں جاسکتا! مالک کی مرضی پر بندے کی رضا ہی اُس کے سامنے سپر دگی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی وصف تھا کہ وہ اللہ سے راضی تھے، اللہ تو ایک توبہ سے اور کلمہ توحید، تسبیح و شکر و کبریائی سے راضی ہو جاتا ہے، بندے کا اللہ سے راضی ہونا بڑی بات ہے، یہ اصحاب رضی اللہ عنہم تھے جو رضوا عنه (اُس سے راضی) تھے۔ اُمّ المومنین سودہؓ بنت زمعہ اپنے داماد عثمانؓ بن عفان اور شہیدوں کی ماں عفراء رضی اللہ عنہا کے گھروں کو آتی جاتی رہیں تا کہ دونوں کے غم میں شریک رہ سکیں۔ عفراء رضی اللہ عنہا کے غم میں یقیناً دو شہیدوں کی ماں بننے کی ایک بڑی سعادت پنہاں تھی لیکن ایک ماں کے دل سے اُس کے دودھ سے سینچے پودے کے دنیا سے اکھڑ جانے کا رنج بھی بڑا فطری معاملہ تھا۔ حارثہ کی شہادت کا معاملہ تھوڑا مختلف تھا کہ وہ حوض پر پانی پیتے ہوئے دشمن کا تیر گلے پر لگنے سے واقع ہوئی تھی۔ حارثہ کی والدہ تڑپ اُٹھیں کہ کیوں نہ اُن کے بیٹے کا گلا کسی دشمن دین سے مقابلے کے دوران کٹا۔ جب رسول اللہ ﷺ اگلے روز مدینہ تشریف لائے تو اُن کی والدہ ربیع رضی اللہ عنہا ان سے ملنے آئیں اور اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا کہ وہ اس خیال سے بہت رنجیدہ ہیں کہ اُن کے جوان بیٹے کا قتل جنگ شروع ہونے سے پہلے ہو گیا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسلام کی فتح کے لیے کوئی وار کرتا۔ ربیع رضی اللہ عنہا نے بڑے دردِ دل سے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپؐ مجھے حارثہ کے متعلق کچھ بتائیں گے کہ اگر وہ جنت الفردوس میں ہے تو میں اپنے نقصان پر صبر کرلوں اور اگر ایسا نہیں تو میں رو رو کر اس کی تلافی کرلوں آپؐ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں فردوس میں کئی باغات ہیں اور بلاشبہ تیرا بیٹا فردوس کے اعلیٰ ترین باغ میں ہے۔ یہ جان کر وہ خوش اور مطمئن ہو گئیں۔

یہود کا فتح کی خبر پر ردِ عمل: یہود کے اوپر یہ خبر بجلی بن کر گری، اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ قریش کی اتنی بڑی طاقت کا مسلمان اس طرح تیا پانچہ کر دیں گے۔ وہ تو نبی اکرم ﷺ کی مدینے میں آمد کے دن سے آج تک اسی دن کے انتظار میں تھے کہ قریش آئیں اور اپنے بندے سے خود نبٹ لیں، جب وہ مدینے میں داخل ہوں تو وہ بھی اپنے اسلحہ کے جوہر دکھائیں۔ یہود کو مسلمانوں کی فتح کا اتنا شدید صدمہ تھا کہ اُن سے برداشت نہیں ہو رہا تھا، انھیں قریش کی شکست کا صدمہ ہرگز نہ تھا، اُن کو مسلمانوں کے استحکام کا صدمہ تھا۔ اُن کا ایک سردار کعب بن اشرف، اس سے قبل کہ نبی ﷺ مدینے پہنچتے، مکہ روانہ ہو گیا اور وہاں جا کر قریش کو شکست کا بدلہ لینے پر ابھارتا رہا اور مرنے والے سرداروں کے لیے زبردست نوحے اور مرثیے نظم کیے تاکہ قریش کو آیندہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کیا جائے جس میں اس فتح کے اثرات کو زائل کیا جا سکے۔ عبداللہ بن ابی کے بھی سارے ارمانوں پر پانی پھر گیا، وہ بھی یقین رکھتا تھا کہ بدر کی جنگ مسلمانوں کے مدینے سے قدم اکھاڑ دے گی اور غیر ملکی نکال دیے جائیں گے، اُس کے ہم وطن توبہ کر لیں گے اور اُس کا تاج شاہی جو سر پر چڑھنے سے رہ گیا ہے، رسم تاج پوشی میں کام آ ہی جائے گا۔ کم بخت بڑا صابر اور جماؤ والا تھا سو چتا رہ گیا چلو آج نہیں کل تو ضرور ایسا ہو گا۔

حسد و جلن کے مارے جنگ بدر کے بعد یہود کو اپنا خبثِ باطن چھپانا مشکل ہو گیا، لاکھ کوششوں کے باوجود مسلمانوں اور اُن کے نبیؐ کے لیے زبان پر حرفِ ملامت آتے رہے کچھ روز یا کہیے چند ہفتے تو انھیں برداشت کیا گیا شاید گزرتا وقت مرہم بن جائے اور یہ اپنے روّیوں میں راہِ راست پر آ جائیں لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ اِن کے مزاج میں تلخی اور روّیوں میں بے اعتدالی بڑھنے لگی تو زیادہ مہلت دیے بغیر اِن کو گردن سے پکڑ لیا گیا اور اِن کے سب سے بڑے قبیلے، بنو قینقاع کو شہر بدر کر کے اِن کی زمینوں مال و اسباب کو ضبط کر لیا گیا۔ اگلے باب میں غزوہ بدر پر تبصرے کے طور پر نازل ہونے والی سورہ انفال پر گفتگو کے بعد اُس سے اگلے باب میں ہم بنو قینقاع کے اخراج کی تفصیل بیان کریں گے۔ اِن شاءاللہ!

مسلمانوں کی مدینے کو واپسی

دوسرے دن فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی سپاہ، قیدیوں اور مالِ غنیمت سمیت مدینہ کو روانہ ہوئے۔ اہلِ مدینہ کو خوش خبری سنانے کے لیے آپؐ کل اپنی اونٹنی پر زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو بھیج چکے تھے مگر آپؐ کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہاں ایک افسوس والی خبر آپؐ کا انتظار کر رہی ہے۔

عرب دستور کے مطابق قیدیوں سے تین طرح کے سلوک معروف تھے، قتل کر دیے جائیں، فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائیں یا غلام بنا کر فروخت کر دیے جائیں۔ جو کچھ کل اِن کی گرفتاری کے وقت پیش آیا جسے ہم کچھ صفحات قبل نقل کر چکے ہیں یہ واضح ہو چکا تھا اِن سب کو قتل نہیں کرنا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے پیشِ نظر اِن تمام کو قتل کرنا ہوتا تو یقیناً آپؐ گزشتہ کل میدانِ بدر ہی میں اِن کو اُس گڑھے کے اوپر ہی قتل کرا دیتے جس میں ابو جہل، عتبہ اور شیبہ کو ڈالا گیا تھا۔ یہ بات طے تھی کہ اِن کی اکثریت کو فدیہ لے کر یا یوں ہی آزاد کر دینا ہے۔ آپؐ اور صحابہ کرامؓ یقیناً بنظرِ غائر اِن قیدیوں کے چہروں کو دیکھ رہے تھے جو اِن کے قلوب کے عکاس تھے۔ ایسا ضرور ہونا چاہیے تھا کہ ان پکڑے جانے والوں کی توقعات کے برعکس میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو جو فتح حاصل ہوئی تھی وہ خود اور اِن کے مسلمانوں کے درمیان جنگ میں مسلمانوں کی بہادری اور بے پناہ نظم و ضبط اور اطاعتِ امیر، عبادات میں سوز و للّٰہیت، قیدیوں کے ساتھ گفتگو اور سلوک میں نرمی اور شفقت و ایثار کے مشاہدے اور اِن سب سے اوپر اِن پر اللہ کی مدد کا نظارہ اور قید کے دوران نمازوں میں قرآن کی سماعت؛ اِن کی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سوچ پر کوئی مثبت اثر ڈالتی اور یہ اثر اُن کے چہروں پر جھلک جاتا؛ یہ امور مستقل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی توجہ کا مرکز تھے۔

اِن قیدیوں میں سیاسی اور مالی اعتبار سے بڑی اہمیت والے قیدی وہ تھے، جن کا قید رہنا قریش کے لیے باعثِ شرم تھا یا جن کے مال دار گھرانے اُن کی رہائی کی خاطر خطیر رقمیں پیش کرنے کے قابل تھے، ایسے قیدیوں میں بنو عامر کا سہیل بن عمرو بن لوئی، عبد الدار کا نضر بن حارث، بنو عبد شمس کا عقبہ بن ابی معیط، بنو امیہ کا عمرو بن ابی سفیان بن حرب اور بنو ہاشم کے عباس بن عبد المطلب، تھے۔ اِن چاروں میں سے نضر اور عقبہ اسلام کے کم ظرف ترین دشمنوں میں سے تھے۔ اِن دونوں کے چہروں اور زبان پر کسی مثبت تبدیلی کے آثار نہیں تھے، بلکہ منفی آثار ہویدا تھے اگر انہیں مکہ واپس جانے کی اجازت دی جاتی تو یہ لوگ واپس پہنچتے ہی اپنی شیطانی حرکتیں پہلے سے زیادہ سرگرمی سے شروع کر دیتے اب جب کہ کاروانِ نبوت ﷺ اپنے مبارک مرکز کی جانب کوچ کر رہا تھا تو یہ امر بالکل واضح ہو چکا تھا کہ اللہ تعالی کی منشا نہیں کہ ان کو زندہ باقی رہنے دیا جائے

نضر بن حارث کا معاملہ تو یہ تھا کہ یہ اسلام کا مقابلہ موسیقی، بے حیائی اور عریانی سے کرنا چاہتا تھا جس طرح آج کل فلم انڈسٹری اور میڈیا میں اسلام کا لبادہ اوڑھے نام نہاد مسلمان، مسلمانوں میں موسیقی اور بے

حیائی پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں، نضر بن حارث [۳] کا یہ اتنا کافی جرم تھا کہ اس کو سب سے پہلے سزائے موت دی جاتی، چنانچہ کارواں کے پہلے پڑاؤ پر علیؓ بن ابی طالب کو حکم دیا گیا کہ اس کا سر اُڑا دیا جائے اور علیؓ کی تلوار نے یہ کام انجام دے دیا۔

عقبہ ابن ابی معیط [۴] کا معاملہ یہ تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں کمینگی اور کم ظرفی کی جس حد تک گیا،

---

۳ جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں، ان بے مقصد دل فریبیوں کو معاشرے میں پھیلانے والوں کی ایک مثال دورِ نبوت میں نضر بن حارث تھا، یہ بدنصیب مکّہ کے جاہلوں میں سے ایک بڑا جاہل تھا، ہر دور میں فنونِ لطیفہ کے نام پر جاہلیۃ اسلام کی سدِّ راہ بنتی ہے۔ نضر یہودیوں کے پاس حیرہ گیا۔ وہاں اُس نے یہود و نصاریٰ کی مردوں اور عورتوں کی مخلوط معاشرت دیکھی، اُن کی کتب کا جائزہ لیا، اُن کے گیت سیکھے اور بادشاہوں کے واقعات اور رستم واِسفندیار کے قصے سیکھ کر مکّہ واپس آیا، اُس کا طریقِ واردات یہ تھا کہ جہاں نبی ﷺ دینِ اسلام کی باتیں کرتے اور اللہ کے غضب سے لوگوں کو ڈراتے، وہاں آپ کے بعد نضر بن حارث پہنچ جاتا اور کہتا کہ واللہ! محمدؐ کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں، اس کے بعد وہ فارس کے بادشاہوں اور رُستم واسفندیار کے قصے لہک لہک کر سناتا اور پھر داد چاہنے کے لیے دریافت کرتا کہ دیکھو محمدؐ کی باتوں سے زیادہ میرے قصّے دل چسپ ہیں نا! کاش اُسے معلوم ہوتا.........!

نضر بن حارث نے رقّاصاؤں [ناچنے والیوں] کو رکھا ہوا تھا، جب وہ کسی کے متعلق سنتا کہ وہ نبی ﷺ کی طرف مائل ہو رہا ہے تو اُس کے پاس اِن کو لے جاتا اور رقّاصاؤں سے کہتا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اور گانے سناؤ اور اُس نوجوان سے جو جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام پر مائل تھا کہتا کہ تمھارے لیے یہ لڑکیاں اور گانے اُس سے بہتر ہیں جس کی طرف تم کو محمدؐ بلاتے ہیں۔ موجودہ دور میں ہمارا میڈیا بھی اسی طرح کی بے مقصد دل فریبیوں کو پھیلانے میں پیش پیش ہے، اِن بے مقصد دل فریبیوں میں وہ کھیلوں کے میچ بھی شامل ہیں جن کا بخار ہفتوں کے لیے قوم پر طاری ہو جاتا ہے اور ہمارے بڑے بڑے جبہ ودستار والے دین دار لوگ اور دینی گھرانے جو ناچ گانے والی لڑکیوں کے چکر میں آکر بے مقصد وقت گزاری کا شکار نہیں ہوتے ہفتوں ایک کے بعد ایک میچ دیکھنے، اس کی کمنٹری سننے اور اس پر تبصرہ کرنے میں گزار دیتے ہیں جیسے یہ زندگی اسی بے مقصد کام کے لیے اُنھیں دی گئی تھی۔ قرآن کو اس ذوق وشوق سے نہیں پڑھا جاتا جس ذوق و شوق سے زندگی اِن میچوں کی نذر ہو جاتی ہے! [روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت، جلد سوم طبع اوّل ۲۰۱۶ء [سُوْرَۃُ لُقْمٰن] ۳۸واں باب: لقمان علیہ السلام کی وصیت سے قریش اور مومنین کو نصیحت، حاشیہ ۵۶، صفحہ ۱۲۴]

۴ عُقبہ بن ابی مُعیط اپنی بدبختی اور خباثت میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں دو بہت خراب پڑوسیوں [یعنی ابولھب بن عبد المطلب اور عُقبہ بن ابی مُعیط] کے درمیان تھا وہ دونوں گوبر اور لید اکٹھی کر کے لے آتے تھے اور یہ گندگی میرے دروازے پر پھینک دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

اُس سے آگے صرف ابو لہب یا ابی بن خلف کی بد نصیبی ہی جا سکتی تھی۔ عقبہ بن ابی معیط وہ شخص ہے جس نے حالت نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی۔ اور ایک بار جب آپؐ مسجد الحرام میں نماز ادا فرما رہے تھے تو اس نے آپؐ کے گلے مبارک میں چادر ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ چنانچہ بدر سے مدینے کو واپس ہوتے ہوئے دوسرے پڑاؤ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کے بھی قتل کا حکم صادر فرمادیا۔ اس کو اس کے انجام تک پہنچانے کا کام قبیلہ اوس کے ایک صحابیؓ کے سپرد کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی تین روزہ مسافت میں باقی ماندہ قیدیوں اور مال غنیمت کو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا اور جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا ہر اس فرد کو برابر کا حصہ دیا گیا جس نے بھی معرکے میں حصہ لیا تھا، نہ کہ کسی کارکردگی کو ناپا گیا۔ ہر ایک قیدی پر جنگ میں حصہ لینے والے تیں یا اس سے زائد صحابیوں کا حق تھا۔

بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے کچھ رفقا بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کسی سے کہا: کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمدؐ سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے؟ اس پر قوم کا شقی ترین آدمی... عقبہ بن ابی معیط. اٹھا اور اوجھ لا کر انتظار کرنے لگا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے تو اسے آپ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں سارا ماجرا دیکھ رہا تھا، مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کاش! میرے اندر بچانے کی طاقت ہوتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہی پڑے رہے، سَر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ فاطمہؓ آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اوجھ ہٹا کر پھینک دی، تب آپ نے سَر اٹھایا۔ پھر تین بار فرمایا یوں بد دعا فرمائی اللّٰھم علیك بقریش، اللّٰھم علیك بقریش، اللّٰھم علیك بقریش: اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے، اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے، اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے! اس کے بعد آپ نے ان بد بختوں میں سے ایک ایک کا نام لے لے کر بد دعا دی: اے اللہ! ابوالحکم کو پکڑ لے اور اسی طرح آپؐ نے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید میں سے ایک ایک کا نام لے کر اللہ کو پکارا کہ وہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] پر ان کی زیادتی کا انتقام لے۔ جب آپ نے رؤسائے قریش کے سات افراد کا نام لے کر بد دعا کی تو انھیں بہت ناگوار اور بھاری محسوس ہوا۔ کیوں کہ ان کو یقین تھا کہ اس شہر میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

معرکہ بدر-۹

گرفتار شدگان میں اہم شخصیات اور اُن کی رہائی

☆☆ سہیل بن عمرو، قریش کے بنو عامر کا سردار ☆☆

قیدیوں میں قریش کے اندر مرتبے و مقام کے لحاظ سے سب سے اہم اور بڑا قیدی سہیل بن عمرو تھا۔ یہ قریش کے قبیلے بنو عامر کے سردار تھے اور اسلام کے دشمنوں کی صفِ اوّل میں سے تھے۔اِن کے بھائی سکران بن عمرو، امُّ المومنین سودہ بنت زمعہ کے پہلے شوہر تھے۔اِن کے دونوں بیٹے عبداللہؓ بن سہیل اور ابو جندلؓ بن سہیل قدیم الاسلام تھے۔ عبداللہؓ بن سہیل نے اپنے چچا سکرانؓ اور چچی سودہؓ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی، ایک افواہ پر واپس مکے آئے تو باپ نے قید کر لیا اور واپس محمد ﷺ کے پاس نہیں جانے دیا۔ عبداللہ بن سہیل کو اُس کا باپ سہیل بن عمرو اس ڈر سے کہ اِن کی غیر موجودگی میں بیٹا کہیں مدینے جا کر مسلمانوں سے نہ جا ملے اپنے ساتھ لشکر میں لے آئے تھے۔ جنگ شروع ہونے سے کچھ قبل عبداللہؓ چپکے سے لشکرِ کفار سے نکل کر نبی ﷺ سے جا ملے اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کی جانب سے جنگ لڑی۔اِن کے چچا سکران کے انتقال کے بعد چچی سودہؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہوا اور وہ اُمُّ المومنین بن گئیں، آپ کی دو بیٹیوں فاطمہؓ اور کلثومؓ کی سرپرستی کی اور اِن کی شادیاں آپؐ کی نگرانی و سرپرستی میں ہوئیں۔

جنگِ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے ہلاک ہو جانے اور بدر میں مشرکین کی شکستِ فاش کے بعد ابو لہب کے ایک ہفتے کے اندر مر جانے کے باعث بنو زہرہ کے اخنس بن شریق کے بعد بلحاظِ مراتب [سینیارٹی] سہیل بن عمرو سب سے اوپر نظر آتے تھے۔ اخنس اپنا اعتبار اور مقبولیت جنگ میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے کھو چکے تھے۔ اگر معمولی سی شکست ہوتی تو شاید اخنس کے واپس آجانے کو فراست سے تعبیر کیا جاتا لیکن اتنی زبردست شکست جس نے صفِ اوّل کی پوری قیادت کا صفایا کر دیا مطالبہ کر رہی تھی کہ بدلہ لیا جائے اور بدلہ وہی لیں گے جن کا نقصان ہوا ہے، بنو زہرہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا، اُن کی تو رائے مانی نہیں گئی لہٰذا قریش کی قیادت کے لیے اخنس کا نام زیرِ بحث آنے کا سوال از خود ختم ہو گیا اور نہ ہی انتقام میں دیوانی قوم کی قیادت کا اخنس کو کوئی شوق تھا۔ سہیل بن عمرو اس لحاظ سے قریش کی قیادت کے لیے پہلے نمبر پر تھا لیکن اُس کا قبیلہ بنو عامر، بنو امیہ کی

مانند بڑا قبیلہ نہیں تھا اور وہ ابوسفیان کی مانند زیادہ ہوشیار اور قائدانہ صلاحیتوں کا مالک بھی نہیں تھا اور اب تو وہ مسلمانوں کی قید میں تھا۔

یہ سہیل جنگِ بدر میں قیدی بن کے آئے ہیں اِن کے مرحوم بھائی کی بیوی سودہ بنت زمعہ ام المومنین بن چکی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک بڑا موقع تھا کہ اپنی قید میں قریش کے اتنے بڑے لیڈر کو کسی طرح اپنا ہم نوا بنالیں۔ اُس کا بھائی سکران بن عمروؓ اسلام قبول کرنے والے اوّلین لوگوں میں سے تھے، اُس کے دو بیٹے مسلمان ہیں، اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کے اثر ورسوخ کی وجہ سے امید کی جاسکتی ہے کہ نہ صرف اس کا قبیلہ بلکہ قریش کے دوسرے لوگ بھی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، جس طرح مدینے کے سرداروں کے ایمان قبول کر لینے سے سارا مدینہ مسلمان ہو گیا تھا۔

قریش کے بڑے سردار ہونے کے ناطے اور امُّ المومنینؓ کے دیور ہونے کی بناپر اس اہم قیدی کو نبی ﷺ کے حجرے میں ٹھہرانے کی گنجایش نکل آئی۔ امُّ المومنین کہیں باہر گئی ہوئی تھیں واپس آئیں اور قیدی کو ایک کونے میں بیٹھا دیکھا، قیدی جو اُن کے قبیلے کا سردار تھا۔ سودہؓ عمر میں نبی ﷺ سے بڑی تھیں اور ایک بوڑھی خاتون تھیں، خدیجہؓ کے انتقال پر آپؐ کی بیٹیوں فاطمہؓ اور کلثومؓ اور انتظامِ خانہ کے لیے ایک جہاں دیدہ خاتون کی ہی ضرورت تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ اُنھوں نے یہ ساری ذمہ داریاں بڑی احسن طریقے سے نبھائیں، حق ادا کر دیا۔ وہ بڑے خاندان کی بڑی خاتون تھیں۔ ساری زندگی عرب کلچر کو دیکھا اور جانتی تھیں، جس میں سردار قبیلہ کا بڑا مقام ہوتا ہے، جیسا کہ ابو طالب کا بنو ہاشم میں تھا۔ اپنے قبیلے کے سردار کو ایک خوں ریز جنگ کے بعد اس طرح قیدی بنے بیٹھے دیکھا تو گزشتہ ۱۵/۱۴ برس کی گردشِ زمانہ اُن کے ذہن میں نہ رہی اور ایک قریشی خاتون کی مانند بے اختیار اُن کے منہ سے کچھ ادا ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ: سہیل تم عزت کی موت نہ مر گئے! [جو ایسے قیدی بن کر اپنے اور قبیلے کے لیے باعثِ ذلت بنے ہو] رسولِ کریم ﷺ حجرے میں موجود تھے۔ آپؐ نے سرزنش کے انداز میں کہا "سودہ" امُّ المومنین واپس زمانہ حال میں آگئیں۔

سہیل اگر کچھ عرصے مدینے میں رہ جاتے تو اُن پر اسلام کے اثرات پڑنے کا امکان ہوتا لیکن مدینہ میں سہیل کا قیام مختصر اس لیے ہو گیا کہ بنی عامر نے جلد ہی اپنے خاندان کے ایک آدمی کو فدیہ دے کر قیدی چھڑوانے کے لیے بھیج دیا اس آدمی نے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنے آپ کو تب تک یرغمال کے طور پر رکھے گا جب تک کہ اس کا سردار مکہ جا کر وہ رقم نہیں لے آتا جس کی ادائیگی پر اتفاق ہو گا۔

یہاں سے جانے کے بعد سہیل بن عمرو نے اپنے دوسرے مسلمان بیٹے ابو جندل پر بڑے ظلم ڈھائے۔ صلح حدیبیہ والے دن یہی سہیل تھے جنھوں نے معاہدہ تحریر کرتے وقت بہت بے جا سختی دکھائی تھی اور ہر بات پر اڑ کر مسلمانوں کے دل کو بری طرح دُکھایا تھا۔ان کے بیٹے ابو جندل کسی طرح بیڑیوں سمیت آ گئے تو اِن کو مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے دیا۔

قید سے چھوٹنے کے بعد بھی اسلام دشمنی میں انھوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی، فتح مکہ کے بعد حنین سے واپسی کے وقت آپؐ کے ساتھ ہو گئے اور مقام جعرانہ پہنچ کر ایمان لائے، اسلام جاہلیت کے سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ سہیل بن عمروؓ ایک صحابی کی حیثیت سے وفات پائے۔تاہم آپ کا شمار مولفۃ القلوب کے زمرے میں ہوتا ہے۔

☆☆ ابوالعاص، دامادِ رسول اکرم ﷺ ☆☆

قیدیوں میں سے ایک اور قیدی جس کو رسول اللہؐ کے گھر میں رکھا گیا تھا وہ آپؐ کا داماد ابوالعاص تھا۔ صرف داماد ہی نہیں بلکہ بیٹوں کی مانند تھا کہ چہیتی بیوی کی بہن کا بیٹا تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اُن کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتی تھیں اسی لیے اپنی عزیز بیٹی سے اُن کی شادی کی تھی۔ ابوالعاص کا بھائی عمرو مکہ سے فدیہ کی رقم لے کر آیا جو آپ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی رہائی کیلئے بھیجی تھی اس رقم کے ساتھ زینب رضی اللہ عنہا نے سنگ عتیق کا ایک ہار بھی بھیجا تھا یہ ہار انہیں شادی کے موقع پر ان کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا جوں ہی اس ہار پر رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑی تو آپؐ کا دل بھر آیا اور چہرہ ماند پڑ گیا۔ ایک عمر جو گزری تھی اُس کی بہت ساری یادیں اِس ہار کے ساتھ وابستہ تھیں۔ وقار کے ساتھ شدت جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے آپؐ نے فدیہ کے حصہ داروں سے چاہا کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس قیدی کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں اور کہا کہ یہ فیصلہ میں تم لوگوں پر چھوڑتا ہوں۔ وہ فوراً راضی ہو گئے اور ہار اور فدیہ کی رقم ابوالعاص کے ہاتھ ہی واپس روانہ کر دی گئی۔ یہ امید تھی کہ ابوالعاص قیام مدینہ کے دوران مسلمان ہو جائیں گے لیکن وہ مسلمان نہ ہوئے۔ رسول اللہ نے مکہ واپس جاتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں ابوالعاص نے بڑے شکستہ دل سے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مکے پہنچ کر انھوں نے حسبِ وعدہ اپنے بھائی کنانہ کے ہم راہ دن کی روشنی میں علی الاعلان مکہ روانہ کر دیا۔ قریش نے پیچھا کیا اور برا منایا کہ یہ ہماری بڑی توہین ہے کہ اتنی بڑی شکست کے بعد ہم اہلِ مدینہ اور محمد [ﷺ] کی ایسی تابع داری کرتے نظر آئیں۔ باہمی رضامندی سے ابوسفیان، سردارِ قریش سے کنانہ نے یہ

طے کیا کہ فی الوقت واپس جائیں کچھ دنوں بعد رات کی تاریکی میں نکل جائیں۔اس طرح رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اپنی بیٹی امامہ کو لے کر مکے واپس آ گئیں لیکن نکلنے کی پہلی کوشش کے دوران جب قریش کے نیزہ بردار گھڑ سوار، ہبار نے اُن کے اونٹ کے سامنے اچھل کود کی تھی تو وہ سخت پریشان ہوئیں اور جھٹکے لگے، جس کی بنا پر اُن کا حمل گر گیا تھا۔

کچھ عرصے بعد ابوالعاص کچھ دوسرے قریشیوں کا تجارتی مال لے کر مدینے کے سرحدی علاقے سے گزر رہے تھے، مسلمان سرحدی نگرانی کے دستے نے حسبِ دستور قافلے کو پکڑ لیا اور مال ضبط کر لیا سرکاری حصہ بیت المال میں جمع کرا کے اپنا حصہ نکال لیا۔ وہ کسی طرح بچ بچا کر مدینے آ کر اپنی سابقہ بیوی، اللہ کے رسولؐ کی بیٹی زینبؓ کے پاس آئے اور پناہ لی اور اُنھیں بتایا کہ یہ میرا نہیں دوسروں کا مال ہے، جو چھینا گیا ہے اگر واپس مل جائے تو بہتر ہے۔ زینبؓ کی درخواست پر مال واپس مل گیا۔ ابوالعاص مکے جا کر سب کو اُن کا مال پہنچا کر واپس مدینے آئے اور اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔ اللہ کی وحی نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ مسلمان عورت بت پرست کی زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ ابوالعاص سے اُن کا نکاح ٹوٹ گیا تھا، نئے نکاح کے ساتھ دونوں دوبارہ ازدواجی بندھن میں جڑ گئے۔

☆☆ عباس بن عبد المطلب ☆☆

بنو ہاشم کے قیدی جو رسول اللہ کے قبیلے سے تھے، وہ آپؐ کے چچا عباس اور آپؐ کے چچازاد عقیل بن ابی طالب [علی بن ابی طالب کے بھائی] اور نوفل بن حارث تھے۔ نوفل بن حارث بن عبد المطلب کے دوسرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب وہی ہیں جنھوں نے میدان بدر سے فرار ہو کر مکہ میں سب سے پہلے ابو لہب بن عبد المطلب کو شکست کی خبر سنائی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ کو رات میں مسجدِ نبوی میں ٹھہرائے ہوئے قیدیوں میں اپنے چچا کی کراہوں کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ آپؐ نے ایک عام حکم صادر فرمایا کہ تمام قیدیوں کے بندھن تھوڑے ڈھیلے کر دیے جائیں، لیکن انہیں باندھ کر تو رکھنا ہی تھا۔

اپنے چچا سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا فدیہ ادا کریں اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل کا بھی اور اپنے حلیف عتبہ کا بھی کیوں کہ تم ایک امیر آدمی ہو۔ جب عباس نے اپنے پاس رقم نہ ہونے کا ذکر کیا تو رسول اللہ نے فرمایا پھر وہ رقم کہاں گئی جو تم نے ام الفضل کی تحویل میں چھوڑی تھی تم دونوں تنہا ہی تھے جب تم نے ان سے

کہا تھا اگر میں قتل کر دیا جاوں تو اس میں سے اتنا فضل اور عبد اللہ کے لیے ہے، یہ سننا تھا کہ اسلام حقیقتاً عباس کے دل میں اتر گیا۔ عباس نے کہا میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس ذات نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ اس گفتگو سے کوئی واقف نہیں سوائے میرے اور میری بیوی کے، میں جان گیا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں انہوں نے اپنا، اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف عتبہ کا فدیہ ادا کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔

☆☆علمدار بدر واحد مصعب بن عمیرؓ کے بھائی☆☆

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنے گرفتار بھائی ابو عزیز کے پاس سے گزرے تو ایک انصاری جنھوں نے اسے گرفتار کیا تھا اسے کس کر باندھ رہے تھے مصعبؓ نے ان سے کہا اسے خوب کس کر باندھنا کیوں کہ یہ امیر ماں کا بیٹا ہے اور عین ممکن ہے کہ وہ اس کا بھاری تاوان دے کر اس کو چھڑا لے۔ ابو عزیز بولا کیا تم مجھے ان غیروں کے حوالے کرو گے۔ مصعب نے جواب میں کہا، اب تم نہیں میرے بھائی یہ ہیں اس کے باوجود بعد کے برسوں میں ابو عزیز اس اچھے سلوک کا ذکر کرتے تھے جو انصار نے ان کے ساتھ روا رکھا وہ انہیں مکہ لے گئے اور وہاں سے ان کی ماں نے چار ہزار درہم فدیہ دے کر انھیں چھڑایا۔

☆☆بنو مخزوم کے مقتول سردار کا بیٹا ولید بن ولید☆☆

قبیلہ مخزوم کا سردار ولید تو میدانِ بدر میں قتل ہو چکا تھا لیکن اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ولید قیدی بن چکا تھا عبد اللہ بن جحش اس کے فدیے میں حصے دار تھے اس نوجوان کے دو بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید اس کو فدیہ دے کر چھڑانے آئے عبد اللہ بن جحش چار ہزار درہم سے کم لینے پر راضی نہ تھے اور خالد بن ولید جو ولید بن ولید کا سوتیلا بھائی تھا وہ اتنی رقم دینے پر تیار نہ تھا لیکن اس کے سگے بھائی ہشام بن ولید نے اسے مطعون کیا اور طعنہ دیا کہ تو نے واقعی ثابت کر دیا کہ وہ تیری ماں کا بیٹا نہیں یہ طعنہ سن کر خالد بن ولید راضی ہو گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدیے کے خلاف تھے آپؐ نے عبد اللہ بن جحشؓ سے فرمایا کہ ان سے اِن کے باپ کی مشہور زمانہ زرہ بکتر اور ہتھیاروں سے کم کسی بات پر راضی نہ ہونا۔ خالد بن ولید نے ایک مرتبہ پھر منع کیا لیکن ہشام بن ولید نے اسے رضامند کر لیا اور وہ اپنے باپ کے نایاب اور قیمتی ہتھیاروں کے ورثہ کو لے کر مدینہ آئے لیکن ولید بن ولید رہائی کے بعد اپنے بھائیوں کے ساتھ مکہ واپس جاتے ہوئے آنکھ بچا کر مدینے واپس آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کے بھائیوں نے تعاقب کیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر خالد بن ولید نے کہا تو نے اسلام ہی لانا تھا تو فدیہ دینے سے پہلے ہی ایسا کیوں نہ کیا،

ہمارے والد کے قیمتی ورثہ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ایسا کیوں کیا؟ تجھے محمد [صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم] کے دین میں جانے میں کیا چیز مانع تھی؟ ولید نے جواباً کہا کہ وہ ایسے انسان نہیں جو قریش کا یہ طعنہ سنتے کہ میں نے فدیہ کی رقم بچانے کی خاطر اسلام قبول کیا ہے، پھر وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے تا کہ وہاں سے اپنا سامان وغیرہ واپس لے آئیں انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ان کے بھائی اُن پر تشدد کریں گے لیکن مکہ پہنچ کر ان کے بھائیوں نے انہیں ابو جہل کے دو بھائیوں عیاش اور سلیمہ کے ساتھ قید کر دیا جنھیں اسلام لانے کے جرم میں ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کی موت کے بعد قید کر دیا تھا اور ان پر پہرہ بٹھا دیا تھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر قبیلہ سہم کے ہشام اور ان تینوں کی رہائی کی دعا کیا کرتے تھے

☆☆ جبیر بن مطعم بن عدی ☆☆

جبیر بن مطعم اپنے چچازاد بھائی اور دو حلیفوں کو چھڑانے مدینے آیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بڑی عزت سے اس کو خوش آمدید کہا۔ آپؐ نے اُس سے کہا کہ اگر آج [تیرا باپ] مطعم زندہ ہوتا اور قیدیوں کی رہائی کیلئے آتا تو اِن تمام قیدیوں کو بغیر کسی فدیہ کے ان کے حوالے کر دیتا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسا کیوں نہ کرتے، اللہ کے رسولؐ بڑے احسان شناس تھے۔ جبیر کے باپ مطعم بن عدی نے آپؐ کو طائف سے واپسی پر اُس وقت جوار دیا تھا جب کوئی دوسرا سردارِ قبیلہ جوار دینے کے لیے تیّار نہ تھا۔ اِس جوار کے بغیر آپؐ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے، خود بنو ہاشم کے سردار ابو لہب نے آپؐ کو قبیلے سے خارج کر دیا تھا۔ مطعم بن عدی اپنے جوان بیٹوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے کر آیا تھا جن کے حصار میں آپؐ شہر میں داخل ہوئے تھے اور آپؐ نے طواف کیا تھا اور..... آپؐ کی حفاظت کے لیے تلوار اُٹھانے والوں میں یہ جبیر بن مطعم بھی شامل تھے۔ جبیر نے جو کچھ بھی مدینہ میں رہ کر مشاہدہ کیا وہ اُس کے لیے بہت متاثر کن تھا۔ قیامِ مدینہ میں ایک شام غروب آفتاب کے بعد اُس کے لیے مسجد کے باہر کا نظارہ، نمازیوں کا جمع ہونا بڑا روح پرور تھا اور نماز میں جو کچھ پڑھا گیا اُس نے متاعِ دل چھین لی تھی۔ اللہ کے رسولؐ کی زبان سے اُس نے سُوْرَۃُ الطُّوْر کو آخری آیات تک سنا:

> وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ (اے نبی، اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو، تم ہماری نگاہ میں ہو۔ تم جب اٹھو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، رات کو بھی اس کی کیا کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔)

جیسا کہ جبیر نے ایک زمانے بعد بتایا کہ یہ تلاوت سن کر اُس کے دل میں ایمان کا پودا اُگ آیا تھا، لیکن اس وقت

وہ انتقام کے جذبات سے انتہائی مغلوب تھا اور اُسے بدر میں اپنے چچا طعیم بن عدی کے قتل ہو جانے کا شدید غم تھا، اُس کا دماغ جلد از جلد حمزہ بن عبدالمطلب سے چچا کے قتل کے انتقام کے علاوہ اور کسی بات پر ذہن کو مجتمع ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ فدیہ ادا کر کے فوراً ہی مکہ کو روانہ ہو گیا۔

☆☆ وہب بن عمیر بن وہب ☆☆

عمیر بن وہب، جس نے جنگ سے قبل مسلمان فوج کا جائزہ لے کر اُن کی تعداد اور عزائم کا اندازہ کیا تھا، بڑا دانش مند ہی نہیں بہت بہادر بھی تھا۔ اس کا بیٹا وہب، میدانِ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا۔ اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے زہر میں بجھی تلوار گلے میں حمائل کیے مدینے آیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُس کے تیور اور چہرے سے کسی شرارت کا اندازہ کیا اور مسجد کے دروازے پر روک لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا تو عمرؓ سے کہا کہ اسے آنے دو۔ آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے پوچھا کس مقصد سے آئے ہو؟ کہنے لگا بیٹے کی رہائی کے لیے۔ پوچھا کہ یہ تلوار کس لیے گلے میں لٹکی ہے؟ جواب دیا کہ تلواریں ہمارے بدر میں کس کام آگئیں؟ آپؐ نے کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ پھر وہی ٹیپ کا بند، بولا کہ بیٹے کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔ آپؐ نے اُسے بتایا کہ تم مجھے قتل کرنے آئے ہو مگر اللہ تیرے اور تیرے ارادوں کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ آپؐ نے لفظ بہ لفظ وہ مکالمہ جو مسجد الحرام میں اُس کے اور صفوان بن امیہ بن خلف کے درمیان ہوا تھا سنا دیا، جس میں طے کیا گیا تھا کہ عمیر بیٹے کی رہائی کے بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر اُن کو مدینے میں اپنی زہر آلود تلوار سے قتل کرے گا اور اس کے بدلے میں عمیر کے ذمے تمام قرض صفوان ادا کرے گا اور عمیر کو اگر مسلمانوں نے قتل کر دیا تو صفوان تا زندگی اُس کے بال بچوں کے اخراجاتِ زندگی اُٹھائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ ساری تفصیل سن کر عمیر حیرت زدہ رہ گیا اور کہا یہ ہمارے درمیان طے تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی اس معاہدے کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائے گا، آپؐ کو کس نے بتایا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے۔ عمیر نے کہا جب آپؐ نے ہمیں دعوت دی تو ہم نے آپؐ کو جھٹلایا تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ عمیر اسلام قبول کر کے کچھ دن مدینہ میں رُکے اور پھر آپؐ کی اجازت سے مکے گئے تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اپنا ساز و سامان لے کر مدینے آجائیں۔ صفوان نے مکہ میں اِن سے بات تک نہ کی۔ قریش خانہ جنگی سے بہت ڈرے ہوئے تھے، اس لیے کسی نے اِن سے تعرض نہ کیا۔ کچھ لوگوں تک یہ اسلام کی دعوت پہنچانے میں کامیاب ہوئے اور واپس مدینہ آگئے۔

☆☆ ابن ابی بن خلف ☆☆

ابی بن خلف، امیہ بن خلف کا بھائی تھا جسے عبدالرحمٰن بن عوفؓ قیدی بنا کر لے جا رہے تھے مگر بلالؓ کی پکار پر مسلمانوں نے امیہ کو اور اُس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔

ابی بن خلف خود ذاتی طور پر انتہائی کم ظرف انسان تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کا گہرا دوست تھا جو میدانِ بدر میں قیدی بنایا گیا تھا، تاہم مدینے جاتے ہوئے راستے میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو گزشتہ ۱۴ برس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُس کی انتہائی ناقابل معافی حرکتوں کی بنا پر قتل کروا دیا۔ عقبہ بن ابی معیط کی تمام شرمناک حرکتوں کے پیچھے اسی ابی بن خلف کی شہ اور مدد ہوتی تھی۔

ابی بن خلف کا بیٹا میدانِ بدر میں قیدی بنا تھا، جسے فدیہ دے کر لینے کے لیے ابی بن خلف مدینے آیا تھا۔ جتنے بھی کفارِ مکہ اپنے قیدیوں کو لینے مدینے آئے، تمام ہی نہایت تمیز سے رسول اللہ ﷺ سے ملے سِوائے اس واحد بد تمیز کے اِس نے چلتے وقت نبی ﷺ سے کہا کہ میرا ایک گھوڑا عود ہے، جسے میں روزانہ اسپیشل چارہ کھلاتا ہوں، ایک روز اُس پر بیٹھ کر تمھیں قتل کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا، بلکہ وہ میں ہوں جس کے ہاتھوں تو قتل ہوگا، ان شاءاللہ۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ غزوہ اُحد میں رسول اللہ کے ایک ہلکے سے زخم لگانے سے ہی مر گیا۔

الحمدللہ یہ باب لاک ڈاون کے دوران آج ۲۶ اپریل ۲۰۲۰ء کو مکمل ہو گیا　　　　تسنیم احمد

☆☆☆☆☆